

شوکی حاکم

سمن کھوئی کھوئی نظروں سے پانی میں شور مچاتی
زویا دانہ اور سہلی کو دیکھ رہی تھی لڑکے بھی پانی میں
میں شرابور الہ کھلیاں کر رہے تھے "اشعر نے عامر کو
اٹھا کر پانی میں پھینک دیا تھا اور اب عامر اسے قابو میں
کیے اس کے سینے پر بیٹھا گد گدیاں کر رہا تھا اور اشعر
لوٹ پوٹ ہو رہا تھا عازلی اور فیصل دونوں کی شکل
دیکھ رہے تھے بلکہ حسب توقع عامر کی مدد بھی کر رہے
تھے نہ ریت جھاڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی اور پاس پڑے پتھر
پر بیٹھ گئی۔ اشعر نے تینوں کا کھیرا ڈیڑھا تھا۔

"تم سے تو میں نبٹ لوں گا۔" اس نے منہ پر ہاتھ
پھیرتے ہوئے دھمکی دی کچھ بعید نہیں تھا کہ وہ ابھی
اپنا کما پورا کر گزرا ہر شکر کہ وہ سمن کی طرف بڑھ گیا۔
"کیوں ادا اس ہو مرغی چوری ہو گئی ہے یا طی؟ اگر
دل چوری ہوا ہے تو فکر مت کرو میرے پاس ہے لے
لیتا پر مرغی میرے پاس نہیں ہے۔" بڑے سنجیدہ
لہجے میں بولا وہ خاموش رہی۔

"دیکھو یوں چپ چاپ نہیں رہا کرو ہوسو لو خوشیاں
مناؤ پتھر آگ میرے جیسا جند سم لڑکا کس کس کو ملتا
ہے۔" اس
سے اسے دیکھ رہی۔

"سمن یہ تمہارے بازو پر کیا رنگ رہا ہے۔" اشعر
نے اس کی ہڈیوں پر کلانی پکڑ لی۔

"گنگس کیوں؟" یہ بری طرح خوفزدہ ہوئی۔
"یہاں اشعر نے کوئی اور مرد دیکھا اور جھٹ اپنے لب
اس کی کلانی پر رکھ کر پھر جھٹ کر دی وہ کل کی سی تیزی
سے ایک دم پیچھے ہٹ گیا اور پھر اشعر نے نظر ڈالی کہ کسی

نے یہ منظر تو ہمیں وہ کھا پر سب اپنی اپنی سرگرمیاں
میں مگن تھے وہ پتھر سے اتری اور زویا اور دانہ
پاس چلی آئی۔
"تھینک یو میں بھی چاہتا تھا کہ سب کے ساتھ
ہوسو لو۔"

اپنے پیچھے اس نے اشعر کی شریر اور پر جوش آواز
سنی اپنی کلانی پر سمن کو ان دیکھی سی شدت اور پیش
محسوس ہو رہی تھی شام ڈھلے وہ ایک سی ڈھا
ریٹور بن رہی تھی چلے آئے وہیں اشعر کا دست اس پر

اسے مل گیا تو باتوں باتوں میں وقت گزرنے کا احساس
نکسنہ ہوا مغرب کی آذان کے بعد وہ گھر پہنچے۔
زہرا بیگم کا حکم تھا کہ سمن کو سمندر کی سیر کرائیں
ان سب کو تو تو تنگ کا بھلا چاہیے تھا، بچ کے نکال
لب آئے تھے پکڑے تبدیل کر کے سمن زہرا بیگم کے
ہیڈ روم میں آئی۔

"گنگس! گنگس! میرے پاس بیٹھو۔" وہ محبت سے
سکرائیں اور اسے اپنے ساتھ بٹھالیا وہ آج کی سیر
کے بارے میں پوچھ رہی تھیں اور پھر اچھری چند باتیں
کر سنے کے بعد سمن ہیڈ روم میں آئی، سمن سے اس
کا برا حال ہو رہا تھا اشعر ابھی لیوی مارفج میں تھا اس
نے جلدی جلدی ڈبل بیڈ سے نکیہ نور چادر اٹھائی
کارپٹ پر نکیہ رکھ کر بیٹھ گئی، "آپ کو کتنا بند کرنا..."
نیند کی دیوپی کو بلانے لگی وہ سمن نہ جانے کیوں اشعر
سمندر پر برکی جانے والی جرات پر اچھ گیا، بے اختیار اس
نے دوا لیں گانگی بر دھیرے سے ہاتھ پھیرا جہاں اس کی
گنگائی کا سس ابھی بھی تازہ لگ رہا تھا۔

”ہم کیا کریں۔“ وہ بے بسی سے خود کلامی کرتے ہوئے بریڈنالی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر سمین نے چادر منہ تک لے لی، اشعر بڑے خوشگوار موڈ میں جامنچ مائیکل کا لغزہ گنگناتے ہوا اندر داخل ہوا اور لائٹ آن کی گھبراہٹ ایک دم تیز روشنی میں نہا گیا لیٹے لیٹے وہ کسمپاسی سے اشعر نے رستہ دارج اتار کر ٹیبل پر رکھی جوتوں سے پاؤں آزاد کیے اور واش روم میں نہانے لگے۔ گھس گیا، چند منٹ بعد توپے سے لیے بالوں کو رگڑتا وہ برآمد ہوا اور معمول کے مطابق بالوں میں برش

پھیرا، سمین نے گرمی کی بوجھ سے چادر چہرے سے سرکا دی اور آنکھ کی جھری سے اسے دیکھنے لگی، بالوں کا خوبصورت جدید اسٹائل اور چوڑے مضبوط شانے پیچھے سے نظر آ رہے تھے، اشعر پلٹا تو اس نے آنکھیں اور سمین بھی مضبوطی سے بند کر لیں، اسے ایسے لگا کہ وہ جیسے اسے دیکھ رہا ہے، فوراً اس نے کمر بٹ بدل کر اس کی طرف سے پشت کر لی۔

”وہ مانی گاڈ کیسی سنگدل لڑکی میری قسمت میں لکھی ہے۔“

اشعر دھیرے سے بیٹھایا اور لائٹ بج کر کے
ٹائٹ بلب جلا دیا۔
سمن کی آنکھ صبح معیصل کے مطابق کھلی، وضو
کر کے وہ جائے نماز پر کھڑی ہو گئی اور شہر و حضور
سے نماز شروع کی، اشعر ایسر سنا کر کھلے چلا گیا تھا۔
سمن صبح ہو کر سمن میں اتنی سب کی پسند کا ناشتا بن
رہا تھا، رضیہ نے اسے گرم گرم چائے کا کوب پکڑ لیا جو
وہ یونہی تھامے تھامے لان میں نکل گئی، صبح پوری
خوابگاہوں کے ساتھ طلوع ہو رہی تھی چائے کے
ساتھ ساتھ وہ اس خوبصورت منظر کو بھی دل میں
اکٹرتی گئی۔

دانیال یونیورسٹی کے لیے تیار ہو رہی تھی اور دنیا کو
بھی اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی جو کسلندی سے
ابھی تک بستر میں تھکی ہوئی تھی اتنے میں امیر کا فون
آیا کہ وہ بھی ابھی آ رہی ہے، میں صبح بعد وہ واقعی
آئی، زہرا بیگم نے لواسی کو اکیلے آنے پر ڈنکار دیا
مسکرا کر ان کے گلے سے لگ گئی، رضیہ اور اشرف
ٹائٹ کے لوازمات بھل کر چارے تھے، سمن کو دیکھتے
ہی امیر کے چہرے پر سناں آ گیا سمن نے ہنسنے سے
سلام کیا، وہ غرت سے کندھے جھٹک کر رہ گئی، اشعر
بھی نماز کو کر چکا تھا اور امیر کے ساتھ اس کی بھی نہ
ختم ہونے والی باتیں شروع ہو گئی تھیں، سب چہتے
ہوتے خوش دل سے ناشتا کر رہے تھے، صرف ایک
سمن ہی تھی جو پوائنٹل اٹھنے کا ککڑا کھینچنے میں
بھٹسائے بے دل سے بیٹھی ہوئی تھی، سب گمن تھے
کسی کی توجہ اس کی طرف نہیں تھی، چہتے چہتے اشعر کی
نظر اس پر پڑی، گھبرا کر اٹھ کھڑے کھانا پیٹ میں بھیر کر
سمن کی لور ہی جھان میں پکھی ہوئی تھی، اس کے
ساتھ والی کرسی پر سولی بیٹھی ہوئی تھی اشعر نے اسے
انجی سیٹ پر آنے کا اشارہ کیا، بلا جان، چلے لے گیا، اٹھ
کر اس کی کرسی پر آئی۔

اشعر آرام سے ناشتا کر رہی تھی کہ سمن کے برابر بیٹھ چکا تھا
اس نے سمن کی طرف سے نظر اس پر والی جبکہ لیٹل لور غازی
کھائیں کر رہے تھے، زہرا بیگم نے لڑکا

پکھی، سمن کی طرف سے اب اس میں کوئی گھر نہیں
تھا، ناشتا کھانے میں کر رہی ہو، اسے ساتھ مجھے نہیں
بھوکا مارنے کا ہر گرام ہے، وہ اس کی طرف جھٹک کر
دھیرے سے پولا، سمن اچانک اٹھ کھڑی ہو گئی اور
غیری سے ڈانٹا، لیٹل لور گھبرا کر کھڑی ہو کر نظر مچھلنے
کالج کے لیے تیار ہو گئی تھی، اب وہ اس طرح امیر کی
اندھ رنگ کا کٹی لور لہان کرتی نظروں سے گزرتی رہی تھی
ڈوبے نظروں سے کچھ کھتے محفوظ رہ سکتی تھی۔

+ + +

لان میں ایک بنگلہ تھا، امیر، اشعر، لیٹل لور، عامر
غازی، سمن، زہرا بیگم، لویا سب کرکٹ کھیل رہے تھے وہ
ابھی ابھی کالج سے آئی تھی۔

”پچھلے کج کوئی بھی یونیورسٹی لور اس میں نہیں گیا
ہے“ سمن نے دل میں سوچا، لور ایک رکھ کر نہیں
چلی گئی، زہرا بیگم لور لگی لہان، ابھی گھر میں نہیں
دولوں ولید، افراسیاب کے پوتے کے عقلمند میں تھی
ہو گئی تھیں، ان کو مانے ہی ہوئی اس کے کھانا بھی
نہیں کھایا، جہازی، سنا، ڈیل بیڈ پر لیٹے ہی اس کی
آنکھیں بند ہونے لگیں، وہ رات کو بچے سوئے
ہوئے صحت مند رہتی تھی۔

”اس بار میں نہیں کھیلا، مت گرمی لگ رہی
ہے“ اشعر نے بیڈ پیٹک کر بند مچھل کر کھانے
پر ابھی کیم ختم نہیں ہوا، شرافت سے کھیل رہا۔
سب ایک لہان ہو کر چلائے۔

”میں لپٹنے کرے میں جا رہا ہوں، تم سب شوق
سے کھیلو“ ساتھ ہی اس نے قدم آگے بڑھائے، وہ
نذر زور سے چلا رہی تھی۔

”بے ایمان، بے ایمان“ پر وہ نظر انداز کر رہا
ہوں بھی کئی گھنٹے سے دھوپ میں کھیل کھیل کر رہا
ہو گیا تھا۔

امیر کا ماحول بڑا ٹھنڈا اور خوشگوار تھا، وہ جاتے ہی
بیڈ پر گر گیا، چند لمحوں بعد جب آنکھیں کھلے
ماحول سے ہنس ہو گئی تو سمن کو بیڈ پر سوئے کچھ
اسے متوجہ نہ ہونے کا ایک ہاتھ رخسار کے پتے لور

ہو سرائی کے گرو لیجے وہ بے خبر سو رہی تھی نیوٹے
 ہوئے وہ بڑی دلربا لگ رہی تھی خود تو سو رہی تھی پر
 دیکھنے والے کے ہوش اڑا رہی تھی وہ اسے دھوئی
 سے کراٹ بدل کر دیکھنے لیا "کیسی دھوئی لود
 باغیانہ خراشیں اس کے اہم تر پہنے لگیں سرکش
 جذبے بھگت سے آمادہ ہو گئے تو وہ گھبرا کر ہر کل آیا وہ
 سب اسی طرح کھیل رہے تھے۔

"میں ابھی آیا ہوں۔" اس نے امیر کو مطلع کیا اور
 خود ہائی بنے چلا "تو فریج سے پانی کی بوتل نکالتے ہوئے
 اس کی نظر بھل کے پیچھے رہی تو اسی بھوت گئی بھیل
 اور عامر وہاں پہنچنے کی تاہم کو ششیں کر رہے تھے
 اس نے بچے تک گرفت کما تو سبب جانا گیا "دو لول لولا
 کے کھانے لگے ایک ہاتھ صاف کر رہے تھے۔
 "میرا حصہ بھی دو ورنہ ابھی لولا کو ہلا دیا گا۔"
 اشعر نے دھمکی دی۔

"کو پارل پائٹ کر کھاتے ہیں۔" لیصل کو ناچار
 اسے بھی شریک کرنا پڑا "پائن اپل ایک دماغی بہت
 مزیدار تھا" منٹوں میں ختم ہو گیا "اشعر نے چپے سے
 پانچوں پر لگی ایک کریم ہمارا کامیو ریزہ چیز سے صاف
 کی اور ٹیک کی باتیات ہلانے سے چکی رہتے ہوئے
 اس کی شرٹ پر لڑی۔

"سمن بد دھائی کھتے بعد سو کر اٹھی تو خاصی قریش
 تھی پتل پانڈ میں ڈالتی وہ ہا ہر کل لگی۔

"کپ کو پی لیں یا دیکھا رہی ہیں۔" رضیہ نے اگر
 کمالو سمن نے کپٹل پر تھوڑا ڈالی۔
 "ہوں ٹھیک ہیں" بس باہل میں برش کر لیتے
 ہیں۔"

زہرا یتیم اور چھوٹی لکی (اس کی ساس) کو اس کا
 یوں سلوہ رونا ہاتھ پسنہ نہیں تھا "سبے باہل کی سمن
 نے کس کس خیر پتل آنکھوں میں ہلکا سا کلاہ بھی
 لگا لیا اور اپنے میں مطمئن ہوئی۔
 "اسلام ٹھیک ہے" اس نے اپنی مخصوص دھمی آواز
 میں سب کو بتا دیا۔

"وہ ایک نام اسام میں سلطان گروہی تھی کہ کب اٹھی
 ہو۔" پھر ایک کب سے کبھی لکھیں یہ دوا لگی۔

"کیسی دوا کی جان خیر ہے تو ہے ملے۔" ایک دم وہ
 پریشان ہو گئی۔

"ہاں بیٹا سب ٹھیک ہے ہم چائے پر تمہارا انتظار
 کر رہے تھے۔" چھوٹی لکی نے اس کی تشویش رفع
 کی۔

"ہم ابھی اوپر آجائیں ہمارے ساتھ۔" غازی نے
 اسے پکار لیا۔

"مٹھی میرا ایک کہاں گیا" سب جگہ دیکھ لیا ہے۔
 صرف "میں بتا تھا کہ میں نے ایک کہاں رکھا ہے۔"
 لولا کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور وہ سلی کو
 ہلکوک ٹھٹھوں سے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے کیا ہے۔" عامر لور لیصل خود کو لا تعلق رکھتے
 کی بھرپور کوشش کر رہے تھے "اس لیے وہ تن کی
 طرف متوجہ ہو گئی "عامر کی جینز پر لگی کریم نے اسے
 مجرم ثابت کر دیا تھا "میں پھر کیا تھا لولا نے کھل مٹھی
 میں جگر لیسوہ لولا کرنے لگا "اشعر اور لیصل کے عام
 بھی بحث اگل دیئے وہ اس کے پل چھوڑ کر ان کی
 طرف مڑی "پروہ کہاں اس نے ہاتھ آئے والے تھے
 دینا کیونٹا میں جو۔" وہ ڈوبا تھک ہار کر وہ دور دور سے
 روئے لگی "عامر کہاں اس کی آنکھوں میں آنسو
 برداشت کر سکتا تھا۔

"پلیز لولا آئی ایم سو رہی مجھ سے ٹیک کے پیسے
 لو۔" وہ ٹھٹھوں کے بل اس کے پاس بیٹھ گیا "لولا کی
 سسکیں میں شدت آئی۔

"تم تھیل نے ٹیک کھلیا ہے" تھیل پیسہ دیا پھر
 سب کو اس کریم کھاوا۔ "اس نے خاصا مٹکا مطالبہ
 کیا تھا جو لیصل کو ایک آنکھ نہیں بھایا اس نے وہ
 روئے لکل کر لولا کے ہاتھ پر رکھے۔

"تمہارا سہ سڑے ہوئے ٹیک کی یہ قیمت ہے۔"
 اشعر نے مکاتک۔

"وہ عالم اپنا اتھوڑے جیسا ہاتھ روک
 لے۔"

عامر نے لیصل کو سچا بتاتے ہوئے اسے گھورا "اشعر
 وہ دلچہ مشہا اکستان راج کا تھا "دولانہ کسرت کر آ تھا
 بانٹتی تھی سے ہٹ کر اس نے گھر میں کلب قہیر

کروایا تھا جہاں وہ ہاتھ دیکھ کر سے اپنی فلسف برقرار رکھنے کے لیے یوگا کی مختلف مشقیں اور ایمر سرائز کرتا تھا دیگر کزنز اس کے ہاڈی بندھن ایسے جسم پر بڑا رشک کرتے تھے۔

وہ گاڑیوں میں بھر کر وہ "سنوٹی" چلے گئے سب نے اپنے اپنے پسندیدہ فلیور کی آکس کریم منگوائی اشعر امبروائیہ سمن ایک گاڑی میں تھے امبر فرسٹ سیٹ پر اشعر کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی سمن نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی توجہ دے رہی تھی امبر نے اپنی کنسکویم شوٹ کر کے بعد اشعر آکسکویم پر چھپنا مارا اس چھپنا بیٹھی میں اشعر کی شرٹ پر آکسکویم گر گئی۔

"کو کھلاؤ عید کی کہیں کی۔" اشعر افسوس بھرے انداز میں اپنی شرٹ کا حشر دیکھ کر رہ گیا۔

"جیسا صاف کر دیتی ہوں۔" امبر اپنے دوپٹے سے اس کی شرٹ صاف کرنے لگی اس کو شش میں اس کے ہاتھ کیل قریب آئی تھی سمن کی آنکھوں میں سے ہر کلنے کی طرح چبھتا تھا وہ ان دونوں کی طرف دیکھ رہی تھی آکس کریم پکھل پکھل کر اس کی قمیص کے دامن کو تر کرتے تھی۔

"سمن جلدی سے آکس کریم کھاؤ پکھل رہی ہے۔" سمن نے عید سے پہلے ہی سے جیتے ہوئے کہا۔

"یہ تپسی نے لیں ہمیں دینے بھی سپر ہند نہیں ہے۔" سمن نے جھٹھیلی آکسکویم سے بھلائی۔

"کیوں کیا یہ فلیور ہند نہیں ہے۔" اشعر ہر نکل آیا تھا امبر ہلا گیا چپچہ رہی۔

"یہ فوٹی نوکوں کو ان حنوں کا کیا ہے۔" وہ سراسر سمن کا مذاق اڑا رہی تھی وہ خاموش ہی رہی اشعر نے ہیرے چلایا اور سمن کی طرف جھکا۔

"تم کوئی سا فلیور کھاؤ گی نا؟"

"جی نہیں کوئی بھی فلیور ہند نہیں ہے۔" نہ جانے کیوں اس کے نیچے آئی تھی امبر کو اشعر کی توجہ

میں گھر کے لیے بھی نیک کروا کر لے جانے کی۔ امبر اس کی نیکی کو دیکھ کر اس کی گھر میں تھی۔

"تپو دی دو کھانے کے چٹا۔" اشعر نے قرا خدی کہا۔

"بھابھی ہم دونوں مل کر کھاتے ہیں۔" عازمی نے اسے پوچھی بیٹھ کر کھانا کھا لیا۔

"میں نہیں کھاتے۔" سمن نے انکار کیا۔

"دیکھیں بھابھی اگر کپ نے میں کھانا تو میں ناراض ہو جاؤں گا۔" عازمی نے پھر کر کھانا کھا لیا۔

"چھالاؤ ہم کھاتے ہیں۔" سمن نے خود کھا لیا۔

"بھول رہی ہوئی نا بات۔" وہ مسرور سا ہو گیا۔

"چھوٹا سا لڑکا جو تقریباً اس کا ہم عمر تھا اسے بہت عزیز تھا الفیہ البیسی سیکٹر ایر کا اسٹوڈنٹ عازمی سمن کے بے حد خیال رکھتا تھا وہ بھی پورے گھر میں اس سے آرام سے کھل کر بات کر سکتی تھی۔

عازمی نے سمن کی طرف کنسکویم والا ہاتھ پھراؤ اشعر نے آرام سے آکس کریم لے لی۔

"ہمارے ہاتھ سے بھی چلیں۔" وہ مسکرایا تھا۔

"تھنک یو ہم اور نہیں کھاتے اب۔" عازمی مسکراتی سمن نے سمن پر ہنسی کی۔

"نہ کھا کر ہم تو کھائیں گے۔" سنا ہے ایک دوسرے کا جھوٹا کھانے سے محبت پرستی ہے۔" اشعر نے عین اسی جگہ سے کھانا شروع کر دیا جہاں سے سمن نے چھوڑا تھا وہ سر جھٹک کر رہ گئی۔

--*

زہرا بیگم اور جمال قدر کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی سب شادی شدہ طور صاحب ولادت تھے سب سے بڑے ورنال صاحب کا ایک بیٹا حامو اور ایک بیٹی

دانیہ بھی کن سے چھوٹے لڑکے صاحب کے دو بیٹے اشعر اور عازمی تھے جبکہ حارث صاحب کی دو بیٹیاں

دینا اور سنی اور ایک بیٹا یصل تھا شرا کی صرف ایک بیٹی امبر تھی۔

جمال قدر اپنی بیوی کے ساتھ تقسیم ہیرے کے ولایت پاکستان چلے آئے تھے جہاں بھی بیٹی شہانہ زندگی گزار رہی تھی یہاں بھی ان کے بولنے والے دوست و عزت

سے خوب نوازا تھا ان کے کئی بکڑے خالے اور ٹیکٹو میں چل رہی تھیں انھوں نے پہلے تل قدر وقت پہنچا

تھے کب دھرا بیگم ایک اور سعادت سے لڑا اور وہی محبت کر کے والے پوتے پوتیوں کو دیکھ کر گری رہی تھیں۔ سب مل جل کر محبت سے پرہے تھے۔ اچھی روایات کی بان بیک پر اس قدر ادا رہی تھی۔

سمن کی کلج کی گرمیوں کی چٹیاں ہونگی تھیں۔ دھرا بیگم اور عطی اشعر پر ہوا ڈل رہے تھے کہ وہ سمن کو کہیں گھما لے پھر لے لے جائے شاہی کو دہلا ہو چے تھے پھر کہیں بھی نہیں گئے تھے۔ ابھی پروگرام بن ہی رہا تھا کہ واپس صاحب کا ایک سہارا ہوا گیا۔ سارا گھر بہت پریشان تھا۔ پر شکر کہ انہیں لڑا وہ نقصان نہیں پہنچا تھا۔ پھر وہ طنز میں ہی ڈاکڑ لے انہیں اسراج کر رہا تھا۔ عطی بیگم نے پھر کہا کہ وہ لوں گھوم پھر جو اشعر سخت مشکل میں تھا۔ یہ تک جان تھا۔ چھائی لے بے قابو کر دے گی۔ وہ اپنے ہی قول سے پھر جائے گا۔ سمن ٹیو بھی چاہا نہیں جانتی تھی۔ پر ہوں کے آگے ان دونوں کی ایک سہیلی کو نہیں جانتی۔ پڑا اشعر نے شہلی عاتقہ جات کو چاہا تھا۔ سب سے پہلے وہ کانٹن پیچھے سب سے اچھے ہول میں کرا لیتے۔ بعد ازاں وہ دم ہونے کے لیے قتل کرنے چلا گیا۔ اچھی خاصی سوئی تھی۔ سمن کو اندازہ نہ تھا کہ یہاں ایسا دم ہو گا۔ کیونکہ شہر ویسے بھی شہنشاہ ہو چکا تھا۔ اس کی چٹیاں تقریباً ختم ہونے والی تھیں۔ ٹال ہن ویسے بھی ٹال مشل میں گزار دیے تھے۔ انہوں کا موسم تو ٹھیک ٹھاک گرم تھا۔ یہاں اچھی خاصی خشکی تھی۔ دیکھو لکھو سکھار رہی تھی۔

قتل کے بعد اشعر نے کھانا کمرے میں ہی منگوا دیا۔ سمن نے چند والے ہی لیے مل چاہا تھا۔ لیکن کمرہ جاتے اشعر نے لاکھ کہا۔ یو ذرا بائرن تک چلتے ہیں۔ پھر وہاں وہ کیا ہی نکل گیا۔

موسم کا ایک بیل گیا۔ اس میں گھرے ہوا لوں کی لپیٹ میں تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہار ش شروع ہو گئی۔ اشعر منہ سے ہجوم پھر کر گلیاں در پڑے۔ آواز دہکتی ہو رہی تھی۔ وہ شکر سی کر رہی تھی۔ یہی ہوئی تھی۔ ابھی خیر کے پورے سے بجلی جارہی تھی۔ کچھ روہلے لکے کاٹ رہی تھی۔ اشعر نے کبھی اپنے غصے سے انہیں یاد نہیں کر رکھا۔

میگزین اٹھایا۔ وہ منہ سے کھل میں کھنا میگزین پر رہا تھا۔ کافی دیر سمن کو نظر انداز کرنا باہر کھانا تک۔ آخر اسے پکار بیٹھا۔

پلیز سمن یہاں آجیو۔ اس نے بیڈ پر جگہ بنا لی۔ وہ سنی لن سنی کر گئی۔ کھانا اس نے دم سوس کو فون کر کے ایک اور کھل لے کے لیے کہا۔ چند من بعد وہاں سے برنگ ہوئی۔

”کسی کم لن۔“ اشعر بولا۔ ہوئی کا ملازم کھل اٹھائے کھڑا تھا۔ اس نے چور نظروں سے گزرے گا۔ جاہن لیلا اور کھل رکھ کر مڑا۔

شہر کیا بیگم صاحبہ سے لڑائی ہو گئی ہے۔ وہ پڑا شہر ہو رہا تھا۔ اشعر نے تیز نظروں سے اسے گھورتا رہا۔ کھنا کر لہرا۔ اب ہر نکل گیا۔ اشعر نے میگزین پر کھانا اور چلا ہوا اس کے پاس آگیا۔ سمن نے بھی پلٹیں اٹھا۔ اس مقابلہ اشعر تھا۔

”کیا ہوا ہے؟“ وہ بڑے دھم سے بولے۔ سمن نے جواب نہیں دیا۔

”جس ڈار لگ رہا ہے۔“ مہذا کھسک گئی۔

”تو تو کون سا سو جاو۔“ اشعر نے حل پڑھنا کیا۔

”نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ آپ سے ڈر لگ رہا ہے۔“

اس نے اصل وجہ بتائی۔

”مجھ سے؟“ سمن نے اپنی طرف اشارہ کیا۔ سمن کا سر زور سے ہل رہا تھا۔

”جی ہاں۔“ سمن نے ڈر کے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے اس فائل روپ سے ڈر جو ہم۔ جیسوں کو کہتے ہیں۔ مجبور کر دیتا ہے۔“ اشعر کے معنی تیرے گھرے اس کی دھڑکنوں کو اٹھل پھل کر رہے۔ اس نے ٹکڑے کرنا نظروں اٹھا کر اشعر سے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔

”آپ سو جا رہے ہیں۔“ وہ گھبرا گئی۔

”خیر کس کا فرو آئے گی۔“ اس نے انہوں سے سوال کیا۔

”مگر میں نہ سوا تو سم یا کرو گی میرا؟“ سنی تو ہو تم۔“ اشعر کے تو رہیل گئے تھے۔ وہاں کراٹھ لڑی ہوئی۔

”کپ نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔“ سمن کی آنکھیں

ہم نے لکھیں۔
 "تو میں وعدہ کب توڑ رہا ہوں۔" وہ اٹھ کر ہوا
 اپنی جگہ چلا گیا تو اس نے اطمینان کا سانس لیا۔

♥♥♥

سمن نے پریشان سی نظر کشی پر ڈلی آٹھ بج چکے
 تھے مگر وہ ابھی تک کہیں تکی بھی مس نہ تھی۔ تو
 بچے سے پہلے آنے کی تاکید کی تھی، کچھ اگلا کس کا
 بہت اہم میٹ تھا، اور وقت کی باہمی کے مقابلے
 میں وہ بہت سخت تھیں، لب تو آٹھ بیس ہو گئے تھے
 وہیں کے تھے گاؤں چائس نہ تھا، شعر کے سوا تمام مو
 افسر ویو یور شی چاہتے تھے وہ بڑے تھاٹ سے دس
 بجے کے قریب افسر ہا آ تھا، سمن ڈانگ ہل میں
 چلی گئی، شعر کے سامنے اخیر کھلا پڑا تھا، اور ہاتھ میں
 چائے کا کپ تھا، شعر نے آٹھ پر سر اٹھا کر دیکھا
 متحیر ہو بیٹارم میں لے کر لہا نقوش سمیت بھی غیر
 معمولی اور سوچ کی اولین کرن کی مانند وہ بڑی اچلی
 اچلی لکھ دی تھی، وہ اخبار چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ
 ہو گیا، جو گالی ہاتھوں کو موڑ رہی تھی۔

"کب نہیں کالج چھوڑ آئیں گے۔" اس نے بڑی
 امید بھری نگاہوں سے اس کو دیکھا۔
 "لے نصیب کھل نہیں چھوڑ کر آئیں گے۔"
 شعر خوش دلی سے بولا تو اس نے اطمینان کا سانس
 لیا۔

وہ آٹھ شعر نے اٹھ کر کیا اور ہر نکل آیا، وہ لوٹ
 نہ کر سکی کہ اس کی آنکھوں میں کیسی کیسی شرارتیں
 ناچ رہی ہیں وہ عامر کی سی ڈی سیوٹی لشارٹ کر کے
 باہر لے آیا تھا، سمن نے موٹر سائیکل پر کھڑے کر بھر جھری
 سی لی مگر وہ مضبوط کرتی بیٹھ گئی، وہ بھی اس سواری پر
 نہ بیٹھ سکتی تھی، وہ بھی جب سے قاتنا موٹر سائیکل
 سے گزرا اپنی ٹانگیں نیچے اچھی تھی، متب سے وہ اس
 سواری سے خوفزدہ رہتی تھی۔

سمن نے اچھا خاصا قوی ہو چکا تھا، اس کے پیچھے سمن
 حسن جیسی دو لڑکیاں ہا آئیں، وہ چلی گئیں، سمن
 نے اس کی دوڑ دیکھی، کمر کو گود اور سر جھک کر خال
 مضبوطی سے پکڑ لیا، شعر نے رفتار ایک دم بڑھا دی

تھی۔
 "پلیز اسپیڈ بہت کریں ہم گر جائیں گے۔"
 اس کے کان کے قریب نذر سے پھل اور اپنے ہوا سے
 اڑتے پھرنے کو بھٹکنا، فائل ہاتھوں سے پھسل
 جاری تھی، پل الگ ہوا سے اڑا کر جڑے پر آ رہے
 تھے، اور اس پر مستزاد ہے وہ سواری اسے یوں دگا
 جیسے وہ ابھی گر جائے گی۔

"میں نہیں گرنے دلا گا مجھے پکڑ لو۔" وہ سری
 طرف عمل اطمینان تھا۔

وہ گاؤں کی آشر بھی کہ نہ تھا، ہر سو کھڑے جیسے اسے
 ستارے کا تہہ کیے ہوئے تھا، جب اس نے موٹر
 سائیکل کی رفتار اور پھلائی تو سمن نے دلی کر اس کی
 شرٹ پیچھے سے مضبوطی سے پکڑ لی، اسے یوں دگا جیسے
 وہ گر کر ابھی چلی جائے گی، متب ہی تو آنسو نکل آئے
 "مجھے تو یہ سواری بڑی پسند ہے، مارے فاصلے
 مٹ جاتے ہیں۔" شعر کو اس کے خوف کی پھل بھی
 پودا نہ تھی۔

"آخر کب جاتے کیا ہیں؟" وہ شرٹ پکڑتے
 پکڑتے اس کے خاتمے قریب ہوئی تھی۔

"شعروں پر ختم ظل وہ اسے ہی بڑی۔" وہ شرارت
 سے بولا تو سمن نے شرٹ چھوڑ کر پیچھے سے سوار لین
 کی کوشش کی، لاجلہ اسے شرارت سے ہانک چلائی
 پڑی۔

♥♥♥

سمن نے بیانی دوم پر رخصتی اور کھپ ملنے کے لیے
 اگلے سارا دن کھٹو ڈاؤن پہلے ہی بنا کر رکھ چکی تھی
 لب یہ آخری آٹھ تھا۔
 "یار کب تک کھانا ملے گا؟" شعر نے اندر بیٹا
 اور آگے بڑھ کر کہا، چوڑے کے میں ملنے سمن تھی
 اس نے سمن کی پشت پر سے جب کر چلی کا، مگر
 اٹھایا نہ ہوا، لک سی سمن شعر کے لیے چوڑے۔
 کے سائے میں چھپ کر رہی تھی وہ اس کے ساتھ تھا۔

"آج کل میرا شعر ہے، دو حکم فوراً پڑھاؤ۔"
 "کیا لڑاؤ، جل گیا ہے۔" نرم ط سمن فوراً لڑاؤ

شریک کر لیا تھا، جو اس سے بھی مٹی گزری لود ہوئی تھی، انہیں اس ناز پریشانی پر حائل خیال کرتے ہوئے کچھ دیر ہی ہوئی ہوگی کہ باہر گاڑی کا باران بھاگ کر گیس پر پڑی سنی کا خیال تھا کہ ہاسٹل سے کوئی آیا ہوگا، اس کا خیال غلط نہیں تھا، کیا جان اور اشعر گاڑی سے اسٹریجر آ رہے تھے، من کے پیچھے سری گاڑیاں تھیں، دانیال و زہد صاحب اور حادث کے کندھے جھٹے ہوئے تھے، خواتین کی ضبط کے وجود نہیں نکل رہی تھیں۔

زہر ایٹیم کو اچانک سی پینے میں درد محسوس ہوا بیٹھے بیٹھے لڑھک گئیں، اتفاق سے رخیہ نے دیکھ لیا، بھاگ کر شینہ لور وانیل صاحب کو بلا لائی، اشعر گھر ہی تھا فوراً انہیں ہاسٹل لے گیا، باقی سب بھی سچے گئے ڈاکٹر ز نے چیک اپ کے بعد بتایا کہ من کی موت حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے ہوئی ہے، یہی لہذا ملنے سے پہلے ہی وہ مر چکی تھیں، شدت غم سے وہ سب بے حال تھے، من تو سنی کی کیفیت میں تھی، ان کی جھپٹیں، چاہتیں زار زار رہا رہی تھیں، وقت سب سے بڑا مرتبہ ہے انہیں گھر لے ہوئے تھیں، راستہ اوپر ہو چلے تھے سب کو رفتہ رفتہ قرار آ گیا۔

* * *

امبر لور شرا آئی ہوئی تھیں، تھیں بھلا بھیاں خاطر دار ہیں، میں مصروف تھیں، آخر لان کی ایک ہی نند تھی، من نے محسوس کیا کہ شرا کی تھوڑی سی اس کے لیے ناچند بھی بہت بڑھ گئی ہے، امبر کے انداز سے لول لگ رہا تھا جیسے وہ اسے کچا چھا جائے گی، وہ اشعر پر اپنا حق سمجھتی تھی، لول میں امبر اسٹینڈنگ بھی بہت تھی، سب کا خیال تھا کہ اشعر کے جواب سے امبر ہی اس گھر میں آئے گی، زانیہ زہد اور سنی بھی اسے اشعر کے جواب سے چھینتی تھیں، پر اس کے انداز سے کبھی نہیں لگا کہ وہ امبر کو اس نظر سے دیکھا ہے، شاید وہ ہزاروں لڑکیوں کا کنڈیل تھا، امبر بھی من میں نہیں اپنی کی موتی چلے چکے، چکے پر جا کر رہی تھی، اس کے تمام خواب اس وقت چٹا چور ہو گئے، جبکہ وہ اپنے ایک بالکل ہی انجان اور

مکرم لڑکی سے اشعر کا رشتہ طے کر دیا، پہلے تو وہ غلط فہمی کا شکار نہیں کرتی تھی، مگر سب سے آزاد غم اس کی اندر تک چلا دینے والی نگاہوں سے من کی کو خوش میں رہا کرتی تھی۔

رج بھی سب لالچ میں جگمگہ ہا کیے ہوئے تھے، امبر بھی وہیں تھی، اس لیے من نے سلام کرنے کے بعد لودر کا رخ نہیں کیا، وہ چپ چاپ بیٹھی لان والی میز چھوڑ کر اگرچہ کئی پورے چاند کی روشنی میں نماز ہو لان بڑا دکھ لگ رہا تھا۔

فوری کی سہولت تھی، اس نے بازو ٹانگیں لے کر ویسٹ لے لی، سنی کی آواز کی بلوئی تھی، کسے یہاں تک آ رہی تھی، بہت ہی خوبصورت غزل کی گوارا آ رہی تھی۔

تھالی دے دی، وی و کم مانگیں مل کر اس پر حملہ آور ہوئے، لوب سے غزل دوسرے دوسرے کھینچنے لگی۔ تھیں تھیں ساری جگہ دھوڑتے ہوئے تھیں، ہاتھ دے رہی تھی، اشعر اسے دھوڑتا ہوا چلا آیا، اور اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا، من نے دھچکے آکر گھر میں۔

تھیں سنی ہی نہیں تھیں۔ وہ بے حس انداز میں لول، اشعر اس کی کواڑ میں ہی محسوس کر کے چمک گیا۔

من کہا ہوا ہے، اس نے اس کا سرو کیا۔

تھیں تھیں۔ من نے پسند ہی سے اس کا ہاتھ جھک دیا۔

تھیں تو ضرور ہے، پلیر، جھ سے کہ وہ ہیں، تھیں تھیں اپنا ہوا، تم ہر تم، ہر کہ لود ہر آسو، جھ سے کہ کر سنی ہو، دے جھوٹے ڈاکٹرا، میرا گریبان مانا ہے۔ آخر میں اس کا لہجہ معنی خیز ہو گیا۔

تھیں تھیں، ایسے ہی ہاتھ آدھے تو آتھیں، بھر آتھیں، من کے کہ کر اشعر بھی آ رہا تھا، اس گھر میں کوئی پرانہ ہو، جھ سے کہو، دانی پنا لے حد لیا تھا کہ من کو خوش رکھنا، لود اس اور

میں انہوں تک پہنچاؤں تک اس کے لیے میں سہاٹی
 "تھنکس سوچ" آپ ہمارے لیے ایسے جذبات
 رکھتے ہیں۔
 "کلیت کرتی ہو جیسے میں غیر ہوں شوہر نہیں۔"
 اس کی شکل بجا تھی۔
 "پہا پلے مخالف کر دیں۔" من نے اس کے
 آگے ہاتھ نہ دینگے۔
 "یہ ہوئی میں بہت۔" اشعر نے جوش میں اس کی
 کمر پر دھاری اظہار کی شدت سے کہ گرا کر وہ
 مٹی اس کا ہنسا ہاتھ اچھے بھلے بندے کو لٹانے کے
 لیے کافی تھا وہ تو پھر لڑکی تھی اشعر کو تو فیصل اور مامری
 عادت تھی باتوں باتوں میں دھول دھپے شروع
 ہو جاتے۔
 "آپ مجھے سوہی کرنا چاہتے ہیں" اتنی تازگی سی تو ہو
 دل کے سب سے محفوظ کونے میں رکھنا چاہیے
 نہیں۔ "اس کے کندھے پر جھکنا گیا" اس کے
 لمبوس سے حواس پر چھائی ہوئی خوشبو آ رہی تھی اشعر
 کے وجود کے ساتھ ساتھ چھپ کر رہ گئی تھی۔
 "سمن کیوں اتنا دانا بھائی ہو اور کتنا میرے صبر کا
 احسان لوتی" آخر کیا چاہتی ہو مجھ سے۔ "اشعر کا منہ
 بیکار تبدیلی ہو گیا اور اس نے سمن کے دلوں ہاتھ
 لیے اپنی ہاڈوں میں مضبوطی سے جکڑ کر اسے خود
 سے قریب کر لیا۔
 "کیا میری خطا ناقابل معافی ہے۔" اشعر کی
 سانسیں اس کے چہرے سے نکلاں۔
 "بھریات ہوگی۔" سمن ایک دم بچھے ہوئی تھی
 اشعر نے اس کے ہاتھ چھوڑ دیئے تھے وہ اپنی تیز
 دھڑکتی ہوئی سانسوں کو سنبھالنے لگی۔
 "سمن تم جلدی فیصلہ کرو بلکہ فیصلہ کرنے کی کیا
 ضرورت ہے تم تو مجھ سے سیدھے لے رہی ہو تم کو کسی
 سے اس طرح دل لینے کے لیے یہ عرصہ بہت ہوا
 ہے۔" سمن نے سیدھی طرح مان جا کر۔ "وہ بڑا
 عزم لگ رہا تھا" سمن نے چھوڑ کر اندر آئی اور اپنی
 جگہ پر لیٹ گئی وہ سمن کے منہ میں چکر لے

لگ۔
 "کیا مجھے اشعر کو سب سمجھتا کرنے تعلق کی باہر
 کر دیتی چاہیے؟" وہ دیکھ کر یہ سوال ذہن میں چکر لایا
 تھا۔
 "یہی تھا" اشعر کو مجھ سے محبت ہے، ورنہ وہ اتنے
 عرصے ہرگز آرام سے نہ بیٹھتا نہ مجھے اپنی مرضی
 چلانے دیتا۔ "اس کے کردار کی شرارت کی بدولت
 ہو چکی تھی اس کمرے کی شکل میں اس نے بھی اپنا
 حق نہیں ملا تھا نہ چھینا تھا نہ بھی کنوڑیوں کی
 گرفت میں آیا تھا" اپنا آپ اس نے بھی وحشی
 جذبوں کے حوالے نہیں کیا تھا وہ چاہتا تو یہودی بھی
 کر سکتا تھا اور اسے اپنا حق کہہ کر چپ بھی کر سکتا تھا
 یہ اس نے ایسا نہیں کیا تھا البتہ شک سے اسے ضرور کرنا
 تھا تاکہ نتیجہ ہو کہ وہاں اس نے پر حد سے نہ بھی نہیں
 گزر رہا تھا نہ بے اختیار ہوا تھا اسے ایسے موقع تو پسند
 تھے۔
 ایک فیصلہ کر کے اس نے آنکھیں موند لیں۔

+ + +

"مٹی بی بی آپ کا خط ہے۔" شریف کی کواڑ پر وہ
 بے اختیار چوکی اور اس نے خط لے لیا۔
 "مکمل ہے" مٹی نے ہلکا ہلکا کون خط لکھتے دلا ہے۔
 اس نے قلم کو کھولتے ہوئے سوچا پھر جیسے نشتر و
 آہن دھڑلہ سے اس کے سر پر آ رہے تھے وہ خدا کی
 آنکھوں سے اس نے خط کے مضمون کو پڑھنے کی
 کوشش کی۔

ذرا سمن

آخر کار تمہارا سراغ نکالیا میں تم دنیا کے کسی
 کونے میں بھی جاؤ وہاں ضرور اپنی اشعر اچھا ہے مگر
 میری ہاں بھی ہم بھی تم سے تھے اچھا میرے خط
 لکھنے کا مقصد تو تم جان چکی ہو ایک دفعہ جو ہمارا راجہ کا
 ہو کسی دوسرے کے پاس پھر اس کی مچھل کی ہم
 برداشت نہیں کر پاتے فوراً میرے ساتھ چلو ورنہ
 جمال ملا کے لین دین دے کر خود نکلیں گے ہاں
 ایک بات یاد رکھنا اپنی سہیلی ثابت کرنے کا کوئی ثبوت
 نہیں ہے تمہارے پاس اشعر بے شک تم سے محبت

کر رہا ہو گا کیونکہ تم ہو ہی ایسی میں بھی تو نہیں دیکھ
 کر محبت کرنے لگا تھا مگر میرے پرہ انھوں نے کیا دیر
 ہے اس کے بعد اس کے نزدیک تمہارے علاوہ دوسرے
 لاشیں کامل غارت گشتے کوئی نہیں ہوگی میں تو یہ سوچ
 سوچ کر انھوں پر لوٹا ہوں کہ اتنی رائیں تمہارے اس
 سے چار بھری سرگوشیاں کی ہیں یاد رکھو بہت جلد
 تمہیں اس سے ہر لحاظ ختم کرنا ہو گا اور ہل بہت جلد
 پھر تمہیں ملاقات ہوگی۔
 بہت جا بھول کے ساتھ۔
 تمہارا شہسوار (جو بھی تھا)

خوف پوری طرح اس پر حاوی ہو چکا تھا دل بدھک
 دھک کر رہا تھا کاسیتے ہاتھوں سے خط اس نے دوا
 میں پڑی ہائی کلب کے اندر والا جب وہوشی کسی طرح
 قابو میں نہ آئے تو وہ جائے نیم ندر کر پڑی ہوئی تھی وہ
 ہمت و استقامت کی رہا مانتی رہی "لب دل میں
 قدر سے سکون تھا کہ شہسوار اسے خوفزدہ کر رہا ہے۔
 کالج جاتے ہوئے اس نے نوٹ کیا کہ نیلے رنگ کی
 گاڑی مسلسل اس کی وین کے پیچھے سے اس نے
 خاص توجہ نہ دی کیونکہ گاڑی کے پیچھے گائے تھے
 اندر بیٹھا فوٹو نظروں نہ آتا تھا پچھلی پردوں نے اسے
 گھٹ پر آرا اس نے تل پر انگلی رکھی تو ہاتھ اس
 کے قریب کسی گاڑی کے پتھر پر اسے وہ سب اختیار
 گھوٹی صبح دلی گاڑی تھی اگلا دواں کھلا اندر سے
 شہسوار برآمد ہوا اسے ہاتھ کے اشارے سے سلام
 کر کے یہ جاہ جاتن کی فن میں اس پر قیامت گزرد
 مئی۔

وہ بڑا حال ہی لئے کمرے میں پڑی ہوئی تھی
 شہسوار اسی شہر میں تھا کسی بھی وقت وہ اس کی گھر
 ہوئی زندگی میں غلام ہو کر رہا تھا شام کے سات
 بھی بچ گئے وہ اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلی دماغ
 ایک منٹ پر گھر چکا تھا شعر کو وہ اپنی زندگی کے اس
 بحر میں سے اچھڑ کر لے کا فیصلہ کر چکی تھی وہ انتظار کر
 رہی تھی کہ شعر کمرے میں آئے تو وہ اس سے بات
 نہ کر سکی تھی اب ایک ایک بل کا نام بھی عمل تھا۔
 وہ اپنی جیسے سے ایک کلب میں چلی گئی ہفتے میں

دواں وہ لڑکھیا کو مار ٹھل کرٹ بھی سکھا تھا پلاڑی
 پلاڑی کو مار ٹھل کرٹ کے شو قین بہت سارے
 لڑکے تھے "سمن نے پہلے بال سے دواں کو مار ڈالا
 موسیقی کا لڑکا سے ٹکرائی وہ بھت میں ضرب
 مچینوں پر انکس سار کر رہا تھا کلی سیلویس بیڑاں اور
 ٹراؤز میں بیٹوس اس کا جسم لپٹے بیٹے ہو رہا تھا سمن
 نے ذیقہ کتب کہو "تو وہ ہاتھ پٹا سمن کو دیکھ کر
 اسے خوفناک حیرت ہوئی کیونکہ پہلے وہ بھی خود سے
 اس کے پاس نہیں آتی تھی۔
 اشعر نے انکس سار کا عمل موقوف کر دیا اور اثر کر
 تو اسے جسم خشک کر کے نکال

"آپ سے ایک بات کرنی ہے۔" سمن نے
 اظہار انداز میں اس کا ہاتھ پکڑا "اشعر نے ایک نظر
 لپٹے ہاتھ پر رکھے سمن کے ہاتھ پر دوڑائی اس کی
 آنکھوں میں جھکنا لگی۔
 "آج نہیں سوا میں کرو سوشل سارٹ۔"

اس کی آنکھوں سے شرارت جھانک رہی تھی۔
 "دیکھیں پلیز آپ مجھے تنگ نہ کریں۔" اس نے
 لہجے میں سہمی تھی "اشعر کو اس عالم میں اتنی بدوش
 تھی کہ اس نے بے اختیار سمن کو اسے گرم فواد
 ہاتھوں میں جکڑ لیا، فن حسن کے حضور گستاخیوں پر
 تیار تھا۔

"دیکھیں پلیز میں آپ سے بات کرنی چاہتا ہوں۔"
 اس کی گرفت سے آڑو ہونے کی کوشش میں وہ بے
 حیل تھی "جسہ تو اسے رونے لگی تو اشعر نے ہاتھ
 ہٹا لیے اس کے بعد وہ کی نہیں دواں کھول کر بھاتی
 ہوئی رہا تھی جسے میں اپنی "اشعر کو اس کی بے بس
 کیفیت کا سوچ کر محمود سا ہونے لگا اس کی بیات
 بھول گیا "جگہ اس کے ڈرے سے حسن میں "ا
 کپڑے بدل کر وہ نکلے ہی والا تھا کہ عامر ہوا۔
 ہوا

"یار اشعر تجھ سے کوئی ملنے نہیں ہے۔"
 "مکھن!" اس نے عامر کے ساتھ پلٹے۔
 پوچھا۔
 "منا نہیں میں نے تو اسے پہلی بار دیکھا ہے۔"

نے گفتے اچکے ہاتھوں سے ہاتھوں کو سنوارنا
 ڈرائنگ روم میں داخل ہوا انھوں نے پریشانی محسوس
 اس کے لیے بالکل اجنبی تھی۔
 "صاف کچھ جیسے گاہیں نے آپ کو پہچانا نہیں۔"

وہ حیران ہوا۔
 "میں مجھے ضرور جانتی ہے آخر میں اس کا شوہر
 ہوں مجھے شہسوار کہتے ہیں۔" شہسوار پھر گیا۔
 "تم ہوش میں تو ہو؟" اس کی توانست لونی ہو گئی
 تھی تب ہی تو سنگ دوم میں بیٹھے ہوئے سب لوگ
 ادھر چلے آئے۔

"وہ کیا بات ہے تم کیوں اتنی لونی تو از میں ہوں
 رہے ہو اور یہ کن ہیں؟" کیا نے سوال کیا۔
 "انگل میں شہسوار ہوں میں اپنی پوری سمن کو لینے
 گیا ہوں یہ وہاں تک حجامہ اور قصور ہیں۔" اس
 نے جیسے دھماکا کیا سب ایک کے بعد ایک قصور دیکھ
 رہے تھے "بستی مسکرائی دکن میں سمن اور اس کے
 ساتھ بیٹھا شہسوار نے لال حجامہ بھی تو جھوٹا تھا عامر
 سمن کو لے کر آیا اندر کے حالات دیکھتے ہی اس کا
 چہرہ زرد ہو گیا۔

"بے حیا۔" یہی بات سنے دائیں بائیں اس کے
 چہرے پر پوری قہر سے چھنوارا۔
 "کل میں سے کیا میرا بیٹا ہی لایا گیا تھا اس گناہ
 کے لیے باہر نکال دیا ہے جانتی ہیں۔" عظمیٰ
 پھر غصے سے تم کو کہہ رہی تھی۔

"پلیز سمن چلو میں سے میں محتال ہاتھ ہوں ان
 سے کچھ نہیں مجھ سے انتقام لینے کے لیے احتمالی
 منہ بے تک نہیں کرنا چاہیے تھا۔" شہسوار بولا تو وہ
 پھنسی۔

"میں۔۔۔ نہیں یہ جھوٹ ہے فرار ہے۔" وہ اشعر
 کا بازو کا سارا لیتے ہوئے بولی۔

"اشعر صاحب میں چاہتا تو آپ پر مدد آرتا قصور
 کا کس بھی کر سکتا تھا پھر رک گیا کہ آپ تو بے خبر
 تھے اصل میں میری محبت کی شادی ہے ایک بات یہ
 بتا رہی ہوں تھی کہ میں نے تو مدد کر دی ملک ہو کر
 چلی تھی آپ کی ولولہ میری تھی اس کے جوہر کے میں

آئیں اور یہاں آکر اس نے احتمالی بستی کا قیوت
 دیا۔ شہسوار اس کی طرف مڑا۔

"لے لیاؤ است۔" زید صاحب نے اشارہ کیا۔
 پہلو سمن کو اور پلیز سب لوگ مجھے محتال کہیں
 میں اس کی طرف سے محتال ہاتھ ہوں۔" ساتھ ہی
 اشعر کا بازو پڑے کھڑی سمن کو اس نے کہہ دیا۔
 "میں۔۔۔ نہیں یہ جھوٹ ہے پلیز اشعر میں
 بچاؤ میں کھڑے سب ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے
 ہم کبھی بات آپ سے کہنے والے تھے۔" وہ سختی سے
 اس کا بازو پکڑے کھڑی تھی شہسوار نے پوری طاقت
 سے اسے کھینچا اشعر سے لپٹ گئی۔

"پلیز میں بچاؤ میں ہائی ای۔" کیا اب نہیں
 بچاؤ میں۔" شہسوار نے یہی سہی سہی سے اس کا بازو پکڑ
 کر بچنے سے اسے اشعر سے الگ کیا اور گھسیٹا ہوا ہاتھ
 کھڑکی گاڑی کی طرف لے جانے لگا۔ مسفل مدد ہی
 تھی چلا رہی تھی اپنا بازو چھڑا رہی تھی اشعر کو پکار
 رہی تھی کیا اب سے مدد مانگ رہی تھی وہ تو جیسے ہر
 ادب اس سے عار کا وہ کہہ کر پکار رہا تھا چکا تھا اتنی
 ہی دور میں لیا تھا مستحیث تھی۔

چپ چاپ سہی کرتے تھے مدد ہو کر خود تین مولا تک
 پونہ می رہا چھتے دن وہ گھر سے نکلا اور گوارا کر دی کر کے
 رات کو وہ بچے گھسا چھوڑے سے اتنا اس کو طویل کیا کہ
 صاحب اور عظمیٰ یکدم سمیت سب اس کی حالت سے
 پریشان تھے اس کو زندگی کی طرف واپس لانے میں وہ
 پھر پور کو خوش کر رہے تھے اس مولا امیر لگی ہوئی تھی
 سب کے مجبور کرنے پر وہ ان کے درمیان بیٹھ گیا امیر
 نے چاک گفتگو کا سمن کی طرف مولا دیا۔

"وہی تھی یہی خوش قسمت اصلی اور اصلی شوہر
 دلوں ہی اپنی جگہ نہ دست ہیں اصلی شوہر چاکلیٹ
 ہو اور اشعر تو سب چار پارٹ نام شوہر تھا اور اصلی
 شوہر ایکشن ہیو۔"

اس کا لہجہ بڑا طویل تھا اشعر کا چہرہ ان رنگ ہو گیا
 وہ اٹھ کر امیر پر چھٹا لعل عامر پور غازی نے بشکل
 اسے مدد کا امیر کہاں بازو کھینچ لیا تھی۔

"چھپا ہ تو بیٹا اتنے دن لوہ راتیں اس نے

تمہارے ساتھ جو یہی کی حیثیت سے گزاری ہیں وہ کیا ہیں؟ تم انہیں کیا نام دے گے؟ تم پہلے خبر تھے مگر وہ نہیں سمجھی، اچھائی کی گزری لڑکی تھی۔ "امبر کے لفظ تھے کہ انکارے نہ کھوٹا ہوا اٹھ آیا۔"

♥ ♥ ♥ ♥

اشعر کے اٹلی جانے کی خبر نے سب کو حیران کر دیا کسی کے آنسو اور التجا میں اسے روکنہ سکتی تھی۔ امبر جس کا خیال تھا کہ لب لب اشعر کو رام کر لے گی اپنی ناگاہی پر غل کھا کر وہ مٹی بہت مایوس اور ٹوٹے دل سے اشعر نے پاکستان کو اندلغ کیا اور انجلی راہل کا مسافر بن گیا۔

اٹلی کے دلکش مناظر اس کی اداسی نہ مٹا سکتے اور نہ ہی سوچا سوچا مدافن پر مدافین اسے متاثر کر سکا اس نے ایک بار ٹمنٹ کر کے پر لے لیا تھا چلے ہی ایک سنٹر کٹن کپڑی میں اسے ملازمت مل گئی اٹلی گئے اسے وہ سارا ملا تھا جب پہلی بار اس کے دو زبان پر دستک ہوئی وہ باہر گیا، سامنے ایک دلکش اور انجلی حسینہ تھی۔

"مجھے شارین کہتے ہیں۔" وہ انگریزی میں بولا، "ان کی پہلی ملاقات تھی، پھر ہر روز دوستی ہو جاتی تھی، شارین کو اشعر کی لباس آنکھوں اور موانہ و جاہت نے بہت متاثر کیا تھا، وہ بنیادی طور پر برطانیہ کی رہنے والی تھی، یہاں تعلیم کی وجہ سے رہائش پذیر تھی اور ملازمت بھی کرتی تھی، اشعر سے ملاقات کے بعد اس نے اپنے تمام پرانے لباسے فریڈز کی پھٹی کر دی تھی۔

تین رات شارین نے اسے گھر پر انجی سالگرہ میں مدعو کیا تھا، مقرب وقت پر وہ اس کے گھر پہنچ گئی، شارین کچن میں کھڑی تھیں، پل سے بول رہی تھیں۔

"آج بہت اچھے گھر ہے، تمہاری ہاڈی ایکسوم ایوڈولی ہے، ہلکا وڈ کی فلموں میں کام کیوں نہیں کرتے؟"

اشعر نے جواب دیا، "وہ ایک میگزین کی ورق گردانی کرنے کا کام ہے۔"

"یہ تو ایک بار ایک صحافی نے تمہاری فلموں سے

پوچھا، "کپ کو نام کو ذکی کلن سی چیز نے متاثر کیا تو وہ بولی کہ مجھے نام کے مضبوط بانڈوں کے مسئلہ نے متاثر کیا ہے، اشعر مجھے اس طرح چانس ملے اور مجھ سے کوئی پوچھے کہ کپ کو اشعر کی کس بات نے متاثر کیا ہے تو میں کہوں کہ مجھے اس کی اداسی آنکھوں نے فولادی بانڈوں نے موانہ و جاہت سمیت اس کے کردار نے متاثر کیا ہے۔"

وہ کچن سے باہر آکر اس کے قریب ہی بیٹھ گئی تھی۔ "اشعر تکی لویو۔" جذبات کی لڑش سے گل ہو کر وہ اس کی طرف بڑھی، اشعر کو صرف ایک سیکنڈ کے لیے شارین کی کلا آنکھوں اور دراز زلفوں میں اس دشمن جان کی جھلک نظر آئی مگر اس سے پہلے کہ وہ زور چنیلوں کا طوفان اسے ہمالیہ ہوش میں آگیا، جھٹکے سے کمرے سے نکل گیا، شارین احساس توہین سے سلگتی رہی۔

وہ چپ چاپ کمرے میں بڑا ہوا تھا، زخم سے سرے سے تکلیف دینے لگے تھے، بے اختیار وہ اٹھا اور اپنے پیچھے۔۔۔ البم پھیل کر سامنے ٹکھنوں پر کھول کر رکھ لیا، پہلے صفحے پر ہی سمن کی تصویر چمکا رہی تھی، سمن ہاؤس کے زرد لباس میں صحن کے تار پھیٹر رہی تھی تو کبھی دلچسپ کے میز سوشل میں چٹن و قرار لوٹ رہی تھی، میں عوی لباس میں نظریں جمکائے اسے اپنی طرف سے دیکھنے پر مجبور کر رہی تھی۔

"تھیں۔ نہیں تم کسی اور کی ہو،" اس نے ابم پر سے ہاتھ نکال دیا۔

اسے سمن کا رویہ یاد آیا تھا، کبھی وہ دروازہ پر گر بیٹھ رہتی تھی، کس لیے اس سے کہتی تھی، یہ حقیقت تو لب لب تھار ہوئی تھی، وہ شہسوار کی محبت کی لہری تھی، تب ہی تو خود کو محفوظ رکھنا ہے، شہسوار کے لیے کہ وہ اس کے سامنے سر خود رکھے، اپنے آپ کو اپنا ناکوانی انسانیت کو۔

اس احساس اشعر کے لیے سخت تکلیف دہ تھا کہ پڑا شوہر کی موجودگی میں اس مکار لڑکی نے اس سے شادی کر لی اور محسوس و مقلوبہ بنی رہی، پھر مولوی جان، اس کی حقیقت معلوم نہ تھی، وہ نہ ہرگز اپنے انکار

فالتی نہ تے سے اس کا بھلا نہ کر نہیں، اشعر کے سحر سے بچنا آسان نہ تھا، گھر کے سحر کی بدولت ہی اشعر کا جلاو اس پر سے گری کر ہو گیا۔
بیٹے دن اس کی نگاہوں میں گھومنے لگے۔

”یار عامر دلہ کب آئیں گی۔“ اشعر بے زار سا لان میں گھاس پر لیٹا ہوا تھا، انہیں بہت مس کر دیا تھا آپ تو انہیں گئے ہوئے ایک سال سے بھی اور ہو چلا تھا۔

”اشعر؟ لان کی خانہ زاد کی نو اس کی والدہ محترمہ وفات پا چکی ہیں گورواد اسے سبیل دے دی ہوگی اس لیے تو تمہیں آئیں۔“

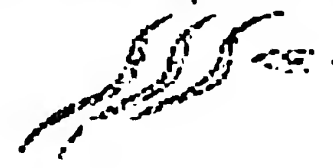
عامر نے خیال ظاہر کیا۔
”مجھے تو لگتا ہے کہ ان محترمہ نے داد کو کسی خاص مقصد کے لیے بلوایا ہے۔“ فیصل کی بات سونگھی گئی۔ اسی رات زہرا بیگم کا فون آگیا کلنی دیر دہشتیاں آید اور حادثہ نہیں پیش سے بات ہوئی رہی، اس سے اگلے روز بھی یہی ہوا، گھر کی جوانیوں سے وہ نہ جلتے کیا کیا باتیں کرتی رہیں تو جو ان نسل جوی بے تاب تھی، پر ایک بات بھی ان کے بچے نہیں پڑی۔

”میرزا روڈ تھا سب رات کا کھانا کھا رہے تھے جب فون کی گھنٹی بجی، دانیل صاحب نے آگے بڑھ کر ریچور اٹھایا، دوسری طرف زہرا بیگم تھیں، سب بھی ان کی طرف متوجہ تھے، چند باتیں کرنے کے بعد دانیل صاحب نے زہرا صاحبہ کو فون چھوڑا۔

”کھٹک ہے اماں جان میں ابھی بات کرتا ہوں،“ بلے کا تھیل میں ہم سب قابل کرنے کی کوشش کریں گے، اسے مانا ہی ہو گا آپ گھر مت کریں انتہاء اللہ انتظام ہو جائے گا، آپ بھی بات کر لیں۔“

زہرا ریچور رکھ کر پٹے اشعر کا زہن جاگ چکا تھا، چھٹا گئی، اہم بات تھی وہ اچھے لگا تھا جب تیار ہوا

”یہ روکے۔“
”نہیں ایک گھوڑی پکڑ کر رہی ہے۔“ بہت عجیب تھے۔



”یہ تو تمہیں بتا ہی ہو گا کہ تمہاری دہلی کی اعڑا میں ایک واحد رشتہ دار ہیں، انہوں نے فی الحال چین کو فون کر کے بلوایا تھا، ان کی حالت بہت ناوک تھی، شوہر جن کا پہلے ہی وقت پا چکا ہے، فقط ایک بی بی ہے، اب مسئلہ یہ ہے کہ کل آج بیگم نے مرنے سے پہلے کہا کہ میری بی بی کی یہ ہی وارث ہیں، اماں جان اس لڑکی سے تمہارے نکاح کا فیصلہ کر چکی ہیں اور اس جملہ کو ٹیلی فون پر تمہارا سمن آرا سے نکاح ہے، شادی کی باتیں رہیں پاکستان اگر ہو گئی، اب ساری بات تمہارے اوپر ہے اماں جان کل پھر فون کریں گی، انہیں ہاں میں جواب دینا۔“

”تیا نے کیا اس پر ہم بھی لڑیا تھا لڑکے کو پہل سب سکتے ہیں تھے،“ اشعر کا حال مختلف تھا، ہاں والی سب کا ہر سکون انداز ظاہر کر رہا تھا کہ وہ باخبر ہیں، وہ ڈانٹک ہاں سے لکل کی، اپنے گھر سے میں ایک سرے سے دو سرے سرے تک چکر کھاتے ہوئے اس کے اندر آگ چل رہی تھی۔

”جیت میرا، کوئی حشیت ہی نہیں ہے، اللہ میں کی نکلتے ہیں کہ اس جمعہ کو نکاح ہے، انکار مت کرنا۔“ وہ فون میں کھونٹا کی نکل با تار رہا تھا۔
”مجھ کو کیا وجہ تھیں تمہارا دوا نہ ہے پر کلنی دیر سے دستک ہو رہی تھی اس نے اٹھ کر دوا نہ کھولا عامر اور فیصل اندر گھس آئے۔

”پہانے کما نمی سے پینا ہو گیا ہمارا اب جواس کہو بات اس کی کیا ہوئی ہے عمر کی تو بچی کہیں بھٹک نہ جائے خدا اسے بچائے،“ وہ نکل بھا بھا کر گلے لگے، سر قلمے بڑے مبر ستا نہیں من رہا تھا۔

”دادی جان کا ابھی ابھی فون آیا ہے، ہم نے بھی بات کی ہے، دہلی کہہ رہی تھیں کہ وہ بہت جلد آ رہی ہیں، ایک عدد منزلے کر۔“ عامر کا چہرہ تو تھوہر بیٹ کا اٹھتا رہا ہوا تھا۔

”یہ بھی تھا دل سے کہہ رہی تھیں کہ اشعر میرا خون بہان ہے، انکار کر رہی ہیں سب۔“
فیصل نے فون اتاری، اشعر اٹھ کر امی ابو کے

پاس چلا آیا تو گویا اسی کی درلو تک رہے تھے۔
 "سب کیا ہے؟ میں کسی ایسی لڑکی سے شادی
 نہیں کرنا چاہتا جسے میں سہو سمجھتا ہوں جس کے ساتھ
 میری اہل ذرا شیخہ نکستہ ہو، مائی فٹ میں اس لڑکی سے
 نکاح کرلوں گا جس کی میں نے شکل ہی نہیں دیکھی
 ہے، مجھے قبولی کا کراہیٹ ملنا چاہیہا ہے عامر فیصل اور
 قادی بھی تو ہیں۔"

سب کچھ جاننے والے بھی ہوش میں آگیا عامر
 کی بات تو شروع سے ہی لڑکے سے ملے مگر پہلے اپنی
 خالہ زاد میں اٹا اٹھا اور نہ کیا قادی تو وہ ابھی پڑھ رہا
 تھا، اشعر سے سات آٹھ سال چھوٹا تھا، زید صاحب
 کے سامنے پہلی بار اس کی توازن بند ہوئی تھی۔
 "دیکھو اشعر انگاری کوئی گنہگار نہیں ہے گلاب
 جان نے بہتر ہی سوچا ہو گا کہ بتا رہی تھیں کہ شکل و
 صورت کی بہت اچھی ہے سن ابھی چند دن ہی ہوئے
 ہیں اسے ایک اے کا امتحان دیئے ہوئے۔" عظمیٰ
 قیسم نے شوہر کے چہرے کے دلتے رنگوں کو دیکھا تو
 اسے دمان سے قائل کرتے تھیں۔

اسی کش کش میں جمعہ بھی آگیا، اشعر نے ہر
 احساس سے بے نیاز ہو کر نکاح نامے پر سائن کر دیئے؛
 سوائے اشعر کے سب اس پہلے سے خوش تھے اس
 میں شرا اور ابیر شامل نہ تھیں، مگر کچھ بھی نہ کر سکتی
 تھی، البتہ امیراٹھیں بھڑکار رہی تھیں۔
 اشعر کا بیٹا ایل ایسی لڑکی تھی جو اس کے ساتھ چلے
 تو لوگ رشک سے دیکھیں اتنی حسین ہو کر چاندنی بھی
 ان کے سامنے مانہ رہ جائے، وہ خود بھی تم نہیں
 تھا مگر لولہ قامت کس کی جسم بڑا شہوہ موانہ و جامت کا
 نمونہ تھا، امیرانوں نے بہت تاراض تھی اسے لہن
 دیکھی سمن ست لغزت ی ہو گئی تھی۔

* * *

اچانک اشعر کے اہن میں ایک خیل گوندے کی
 طرح لٹکا اس نے فون کے پاس رکھی مگر لوٹ کرنے
 والی ڈائری اشعر کی، مغلونہ نمبر تیسرے صفحے پر تھا اس
 نمبر پر جلدی جلدی ڈائری لکھا تھا، مری طرف تکل جاری
 تھی، اس کا سارا وجود شامت مٹا ہوا تھا، چو تھی تکل پر

رہیہ اور اٹھا لیا گیا۔

"اسلام علیکم" یہ حقیقت سامعہ اذوقا۔

میں نے کستان سے اشعر لیل رہا ہوں آپ کوئی
 ہیں۔ "اشعر نے وقت خلج کرنا مناسب نہ چاہتا، فوراً
 نام پوچھا۔

اکتھم سمن ہیں۔ "تعارف کرانے کا انداز بڑا اٹوٹھا
 شکل۔

"مجھے آپ سے ہی بات کرنی ہے ویسے آپ ہی
 ظلم نہیں ہے کہ آپ کا نکاح ویسے لڑکے سے کر لیا گیا
 ہے جسے آپ جانتی تھیں ہیں بندہ کچھ ہے؟"
 "جس میں اس سے غرض نہیں ہے، ہمارے لیے یہی
 کافی ہے کہ آپ نکاح کے پوتے ہیں، نکاح بندہ کچھ برابر
 ہے، مگر تمہیں دھوکا بھی نہ ملے جاکل ہیں۔" سمن نے
 اختیار نہیں کھو سی تھی۔

دیکھیں محترمہ سمن آریہ عظمیٰ میری واوی جان
 کی خدمت سے وگرنہ مجھے آپ سے کوئی لگاؤ نہیں ہے،
 ہو سکتا ہے کہ میرے ساتھ یہ ناکارہ ذکر آپ خواہ مخواہ
 رکھی ہوں۔" وہ اسکی بہت کی طرف گیا۔

پھر نام کیا لیں؟ یہ اس کی بات کی مگر لکی تھیں
 تو پتہ ہی نہ رہتا، سمن نے جواب دیا۔

"دیکھیں ابھی کچھ نہیں سمجھا، صرف نکاح ہوا ہے،
 آپ انکار کریں کہ مجھے لڑکا پسند نہیں ہے۔" وہ اتنے
 اور ہی راہ کھارہا تھا۔
 "کب پسند واپسند کا کیا سوال۔"

"بہر حال میرے نزدیک یہ معاملہ اہم ہے، مجھے
 آپ پسند ہیں، آپ کو جس کا حق اور چاہت نہیں
 دے سکوں گا، جس کی آپ توقع رکھتی ہیں۔" وہ
 لوگ انداز میں ہوا۔

"میں بھی آپ کی زبردستی کی چاہت نما خیرات
 نہیں چاہتی، کس کو لگہ کہہ دے دیں۔" سمن کا لہجہ
 سخت ہو گیا تھا۔

"یابو اس کا مطلب ہے کہ آپ تھلون کریں
 گی۔" اشعر نے غور سے لیا۔

"کیا تھلون؟" وہ حیران ہو کر۔
 "دیکھیے آپ مجھے پسند نہیں کرتیں میں آپ؟"

ہری طرح اسے خار کہنے لگا تھا جب سے وہ نئی تھی
وہ ایک بار بھی لوہ نہیں گیا تھا خود بھی نیچے نہیں
اتر کر گیا ابھر اس کے بارے میں عجیب و غریب
باتیں کرتی تھی۔

نونا ماری انمول پہلا بھوک بھوکے
دو دو دلیہ سوئی اور دو سوئی لڑکیوں نے ہنگامہ کیا
ہوا تھا آج سمن کی مندی تھی مندی کی رسم دوا تھی
اندا میں ادا کرنے کے بعد نوجوان لڑکے لڑکیاں دیوانہ
پلے گئے میں گمن ہو گئے ہایوں کے درد سوٹ میں
لبوس ادا اس سمن تمام خواہشیں کی لکھ کا سر کرنی
ہوئی تھی وہ سب زہرا کی پسند کی یاد دے رہی تھیں
نونا کو بھی دوست تھی لکھی تقریباً اس کی ہم عمر
تھی اٹھائی کی قسمت پر بے اختیار اسے رشک آیا
تھا۔

اشعر اپنے کمرے میں منہ چھپائے پڑا ہوا تھا باہر
سے آئی تو اس میں اسے مسلسل دھڑک چلے ہوئے
تھیں اس نے تکیہ کارن پر نہ لیا آج تک دروازے
پر دستک ہوئی اس نے فحش سے کھینچے ہوئے دروازہ
کھولا باہر منہ چھپائے چھپ کر کڑی جھج تھی اس سے پہلے
کاروان۔ نہ آئے کا تو دروازہ کھولا گرا کر مارنے لگی
کا بچا ہوا لاشیں اس پر ابھریں دھڑکیاں اور نونا نے
مندگی سے گل و گلزار کر لیا بالکل اسے جڑی
مشکل سے کا پڑا ہوا تھا کہ وہ منہ مٹی نہ کر سکے مٹی
اپنی حسرتیں نکالنے کے بعد وہ سب اسی طرح چلے
گئے انہیں گالیاں دیتا وہاں دھڑکیاں مٹی کی گالیاں
اپنی مندی پر گرا بند کیے شریعتی سوگ ستارہ تھا
یہ سب اس کا دل لیا تھا اس نے

”محترمہ سمن آرا تم سے تو میں خوب سنوں گا“
میرے سامنے سے بھی پتہ مالگوں۔ اس کی سوجھیں
ہست لکائی ہوئی تھیں۔

”لف یہ سمن لکھی خوبصورت ہے“ سونی نے
آکھیں بند کر کے اس کی تعریف کی۔

”بھتا خوبصورت چرا ہے اتنا خوبصورت بل
سے“ نونا نے جو اس کی کافی مزاح آیتا ہو جی تھی
بولی۔

زہرا منی ہمیں بلاوا گیا ہے کیسا نہ ہم ایک سمجھو
خبریں کیونکہ اس وقت ہم دونوں انکار کرنے کی
پوزیشن میں نہیں ہیں ڈیڑی تو شادی کے کارڈ چھپے
بھی دے گئے ہیں میں آپ کو ہاتھ بھی نہیں لگائیں
چاہیں آپ میرا ساتھ دینا شادی کے بعد نونا ہی
میں نے علیحدگی کی ترکیب بھی سوچ لی ہے آپ فکر
منت کریں میرے یہاں بہت اچھے لکھے جانے
والے ہیں آپ جگہ آپ کی شادی کر اویں گا۔ اشعر
کی بات سن کر اس کا دل ٹھکسا جا گیا۔

”تھک ہے زہرا منی کے لئے ہمیں بھی پتہ نہیں
ہیں مگر ہمیں آپ کی بات پسند ہے کی خبر ہوئی تو ہم انکار
کر دیتے ہر حال ہم آپ کے ساتھ ہیں اور حاضری
شادی کی آپ فکر مت کریں۔“ آخر میں اس کا لہجہ
روکھا ہوا تھا۔

”تھکنکس سوچ آپ واقعی بہت کرتے ہیں۔“
دوا تھی بہت ممنون تھا۔

زہرا تیکم سمن سمیت آپکی تھکنکس من کرانہ کے
ساتھ ہی شادی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں سمن
اور کے پارشن میں دلیہ صاحب کے پاس تھیں اشعر
نے ایک بار بھی اسے دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

زہرا تیکم نے کہنے کے بعد جو کھلی سنائی تھی آپ
کا خلاصہ کچھ یوں تھا دل آرائی کی خالی دلوں کی پیشی
تھیں زہرا تیکم کی یہ واحد رشتہ دار تھیں جو زندہ
تھیں ان کے بلاوے پر ہی وہ اٹھیا گئی تھیں دل آرائی
کے شوہر پٹھن رشتہ دار تھے تھے وہ خود دل کی مرینہ
تھیں ایک نئی اولاد سمن تھی انہوں نے زہرا تیکم سے
انجانی کہ من بل بلپ کی پٹی لکھی رہ جائے گی آپ
اسے ساتھ لے جائیں اور وہیں شادی کر دیں وہ نہ
جانے کچھ یا نہ کچھ یہ مرض ان کی خانہ کے کر لیا
لڑکے کے قہر کے دور لکھن ہی وہ وفات پا گئیں زہرا تیکم
نے اپنے شوہر کی قبر پر فاتحہ پڑھی اپنا دل لکھی گھر و گھر
اور سمن کے بچاؤ کو بھی نہ مانے کا فیصلہ کر لیا۔

سمن کے لڑاؤ میں خواہشیں و دعوات کو بھی سمن
کے گہری ہمدردی تھی سمن کا چہرہ حجاز سے اشعر

”نہ مجھے امیر کی بہت فکر ہے، نہ بہت تنہائی ہو رہی ہے۔“
 ”دوستی فکر مند تھی۔“
 ”محبب! شعر نے اس سے کوئی وعدے نہیں کیے تھے۔“
 ”جی جی کی طرف سے ایسی کوئی بات ہوئی ہے تو اسے یہ حقائق کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ تم لوگوں نے ہی اسے شعر کے نام سے چھیڑ چھیڑ کر ٹولہ کھائے۔“
 ”نہ اے سب کو ناز؟“
 ”یہ سچی سچی سوجھ بوجھ ہو گئی تھی۔“
 ”پارلے کے کپڑے کا کٹ کر رہی نہیں صرف کل ہی کا تو روز تھا۔“
 ”اشعر ساری دنیا سے ناراض کرے میں بند تھا۔“
 ”کپڑے بوجھا ہوا شہید غار لے دلوں جان کی محبت کے واسطے دے دے کر حلقہ درست کرنے پر تل گیا۔“
 ”کی طرف سے کوئی سرگرمی دیکھنے میں نہیں تھی۔“
 ”اس نے کپڑے لورنگہ چھریں بھی پھی بے ہلی سے خریدیں۔“

♥♥♥

”اشعر نے دوا دوائے پر لگا ساوا ڈوڈلا اور ادھر ادھر دیکھے نظروں میں گھس گیا۔ اس وقت غصہ تھا۔“
 ”موج پر تھا۔“
 ”اچھا! غصہ وہ تھا نا؟“
 ”نہ! اور ہے زاری نظر اس پر اٹھ کر سر جھکائے بیٹھی تھی۔“
 ”یہ لیں سمن میری طرف سے آپ اسے عہد و اقرار یا اجازت نامہ بھی بھیج سکتی ہیں۔“
 ”اشعر نے ایک کٹھن ٹھل کرید پر اس کے قریب پہنچا۔“
 ”یہ کیا ہے؟“
 ”سر جھکائے۔“
 ”اس میں یہ لکھا ہے کہ یہ رشتہ صرف بھوری کی وجہ سے جوڑا گیا ہے۔“
 ”نہ! اور آپ کامیاں بھوری والا بھوری نہیں ہو گا۔“
 ”آپ مجھ سے بھیت ہوئی کوئی حق باقی نہیں کی اور نہ میں ایسا کر سکتا۔“
 ”اس کی سلی کے لیے دیکھ لیں میں عہد شکن نہیں ہوں۔“
 ”آپ جس طرح اس گھر میں آئی تھیں۔“
 ”یہی جی جانیں گی۔“
 ”پکیر میرا اعتبار کریں یہ کاغذ کا معمولی سا ٹکڑا نہیں ہے۔“
 ”وہ یونہی بیڈ سے تھوڑے کاغذ پر کھڑا تھا۔“
 ””میں مطمئن ہے۔“
 ”آپ ہمیں پسند نہیں کرتے۔“
 ”صرف اپنی ذاتی جان کی وجہ سے پریشان ہیں اور بھور کر رہیں۔“
 ”میں نے بھاری سے الفاظ کو حقیقت کا روپ

کے لیے لکھا ہے۔

”ہوا اور بڑی مشکل سے بھاری عوی سوٹ سیتی بیڈ سے اتاری جو ٹولہ کٹا کر لورنگہ پر کٹ گئے تھے۔“
 ”آپ بہت دانا ہیں۔“
 ”میں بہت جلد اپنی پسند کی لڑکی سے شادی کر لیا گا۔“
 ”آپ شعر نے اس کے بچے سر کو کھورتے ہوئے ہر جملہ انداز میں کہا۔“
 ”جس کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔“
 ”جلدی لپٹے لپٹائے کا انتظام کرنے کی کوشش کریں گے ہم سب تک آپ ہم پر احسن کریں۔“
 ”ہمارا ایف“
 ”اے کا رزلٹ بھی ابھی ٹوٹ نہیں ہوا۔“
 ”ہم پاکستان میں ہی بائنگریشن کروائیں گے۔“
 ”آپ چند ماہ صبر کریں۔“
 ”کسی طرح بھی ہم ہو سٹل شفٹ ہونے کی کوشش کریں گے۔“
 ”اس کے بعد آپ جو مرضی کریں۔“
 ”وہ آگے بڑھی۔“

”ٹوٹیک مہمانی اور کریں لپٹے سونے کا انتظام صوفے پر یا کمرہ پر کریں۔“
 ”آپ شعر خاصی بد تمیزی سے بولا۔“

”ٹوٹیک! یہ بھی کر لیں گے۔“
 ”سمن کے انداز میں ایک بے فکری تھی۔“
 ”مگر وہ بے نیازی اور شیرازیوں کا سماں تھا۔“
 ”آپ شعر کو خاصی حیرت ہوئی۔“
 ”وہ ہاتھوں سے چوٹیاں اٹارتے تھے۔“
 ”یہ اپنے پس بی راکوٹیں۔“
 ”یہ پرانے کی ہو گا۔“
 ”اشعر نے کراس کی طرف تیا۔“
 ”تھکا ہے نہ؟“
 ”چوٹیاں اٹارتے ہوئے۔“
 ”مگر یہ تھی۔“
 ”تھوڑے سر کا کر سر بونچا گیا۔“
 ”ایک ہتھی اشعر کی لکھوں میں گوند گئی۔“
 ”تھوڑے کی کوئی شہزادی جیسے جھنگلے جھنگلے اور اپنی تھی۔“
 ”میتھی عوی سوٹ میں لمبوس تو خیر ہے کی رعنائیوں چھپائے قابل پور دھڑلے۔“
 ”سلطان سیمے چھل دیا۔“
 ”میں نے کورے تھی۔“
 ”اشعر کو ایک جھنگل میں کھڑی تھی۔“
 ”اس کا اس شعر جینا حال تھا۔“

”کچھ نہ بس شعر اگر ہو کیا بھیجے بس اسے دیکھتے رہا بھیجے۔“
 ””اسی مصوف انداز میں اس نے اشعر سے وہ کاغذ لیا اور قریب رکھ لیا۔“
 ”ایک ایک کر کے تمام زوہرات اٹارے۔“
 ”پھر یوں کا جوڑا کھولا۔“
 ”ورڈا بل

اس کی کمر پر بکھر گئے ۴ شعر شقی کا جہاں کیا دیکھے اسے
 دیکھ رہا تھا اور خود کو گیتی بکھر کے گالیاں دے رہا تھا ہنس
 لے بیڑے بکھیہ الجھاؤ اور مشدھو کر لے گا گئی چند منٹ
 بعد وہ سوئی پر اشعر ساری رات نہ سو سکا بار بار
 کہو میں بدلتا ہوں گدا اور بستر کا پتلی کی طرح چبھ رہا تھا
 گلاب ہوئی ہوئی مسن پر تک جا لی اور وہ اپس پلٹ کر تلے
 سے انکار کر دیتی وہ خود بے ہوش پڑی ہوئی تھی اور
 اس کے ہوش اڑا رہی تھی خود حق تو دھڑلے سے حمد
 پائے لکھ کر رہا تھا۔

اور اس نے آج بھی کھیل رہا، سن ہند اٹلی جی
اور اسٹیش بھی گن کر رہی تھی۔

کر دیں تو۔۔۔ شعر نے اتر کر اس کی آنکھوں میں
جھا لگا۔

”ہم مجبور ہو کر کوئی کام نہیں کرتے۔۔۔ دلا پر دلی
سے چوٹیاں کو پھیر رہی تھی۔

”شکر مجھے جو پند آجائے حاصل کر کے رہتا
ہوں۔۔۔“ شعر نے لے لپٹے اراہوں سے آگے کیا۔

”کیا آپ حد شکن ہیں۔۔۔“ وہ بھی تیرائی سے کہہ
رہی تھی اس پر کہڑوں پال پر کیا۔

”ہمیں کئی اور میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں۔۔۔“
اس نے نکتہ چاقو دیا۔

”مگر۔۔۔“ وہ عجز میں تھی۔
”ہم آپ سے محبت نہیں کرتے“ آپ ہمیں

سوچتے رہیں، اتنا یاد رکھیں کہ لعل آپ کے حق میں
ہو گا جس آپ ہمیں سہارا دیں۔۔۔“

”مجھے مشکل تو ہوگی، خیر میں اتنا مہر کیا ہے، اور
اسی ویسے میری حدود کا نہیں تو کہہ۔۔۔“

وہ شرارت سے آواز دیکھ رہا تھا۔
”ہمیں پتا نہیں۔۔۔“ وہ نے ہی سے پوچھی، اشعر

زور سے بھی نہ کر سکتا تھا اس پر لپٹے دیرینہ ہوئی تھی
دن بدن وہ اس کے لیے آنا لاش بنتی جا رہی تھی کئی

پغہ لے لے کر جلسے کا اختیار کھودے کا اور سن کی
ظہوں میں کر جائے گا، لپٹے ہی انھما اس کا منہ

چرانے لگے تھے وہ سے زیادہ اس کا خیال رکھتا تھا
بہ وقت وہ جو اداسی میں گھری رہتی تھی اسے باہر

ٹھکانے کی کوشش کرنا تھا۔
+ + +

دیکھتے ہی دیکھتے سالہ میں عین سہل کا عرصہ بیت گیا
اس دوران کئی ٹکڑوں کی خاک چھان چکا تھا کئی ٹکڑیاں

اس سفر میں گرا عین، مگر وہ کسی کا بھی اسیر نہ ہوسکا
صوفیہ آزیملا، جس نے گھوڑا ریحی، بھٹو ادنیٰ اور نہ

جائے کئی حیناں نے سوائے اس کی کو اس
آنکھوں کا بھید جانے کوشش کی تھی پر اس نے سب

کا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔
آج کل وہ جیل میں تھا جب اسے غازی کا
خلفہ اس نے عین کی تاربتی کا دردناک انداز میں نقشہ

کھینچا تھا، اشعر نے فوراً وہیسی کی تیزی کی۔ ایک
روشن نور اہل کی دھپا کشتن میں مسجد تھا، عظمیٰ جگم

کئی ذہر اسے پیچھے لگائے وہیں، زہر صاحب کے
چہرے پر عین کی تیزی تھی، اسے عرصہ میں سب کی

شکریاں ہو چکی تھیں، ہنوا بدل میں سہلی نور غازی ہی
ہے، عین غازی لب پونہر عین کا استوڈنٹ تھا، سہلی کی

منگنی علی سے ملے پاگل تھی، عین باور اس کی شادی
منوچ تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے عین باور کا کراڑے سہلی نور علی کی
شادی کے کارڈ پہنچے تھے، عین نے انہیں بھی یو کے سے

لپٹے شوہر اور بچے کے چہرہ لگائی تھی، مگر عین نے نگہ
پا تھا، وہ شور سے بچنے کے لیے اپنے کمرے میں آگیا،

ذہن کو اور دھڑکے کے لیے اس نے بیک شایف
سے دیکھے بغیر کتاب ڈھالی اور اسے عین امن آرائی

لے فرسٹ ایر پیلے سے برقی اس دشمن جاں کا نام
نئی روشنی سے جگمگا رہا تھا، دل نہ چاہتے کے باوجود وہ

دلی گرد ملی کرنے لگا، وہ جان نہیں دیا تھا کہ ایسا کیوں
کر رہا ہے، اچانک ایک لٹافہ اس کی گود میں آگرا

چس سے، پور ہو کر پورا پور ہوں چلا پر چلا گیا اس
کے چہرے کا رنگ بدل گیا، اچانک دوڑنے پر تھک

ہوئی وہ سنبھل نہیں پاتا تھا، کچھ سوچتے ہوئے دیوانہ
کھولا سامنے کی کمری تھیں، جو بہت مصروف نظر

کرتی تھیں۔
”چلو چلو میرے ساتھ ذرا ایڈیٹ علی رضا کی

طرف جانا ہے، ہمیں شادی کا دعوت نامہ بھی دینا ہے،
اور دیکھ ان سے کام بھی ہے، چند دن پہلے ہی امریکا

آئے ہیں۔“ وہ اسے آگے کر رہی تھیں۔
”چلو، تمہارے“ وہ نہ چاہنے کے باوجود چار تھا،

ذہن خط کے مندرجات میں پھنسا ہوا تھا، ایسی کش
کش میں وہ علی رضا کے گھر پہنچا، علی رضا ان کے

خاموشی وکیل تھے، اس کے اہلی جاننے سے کچھ عرصہ
پہلے امریکا کا سفر ہو چکا تھا، اس نے چلنے کے لیے وہ

دولت کی دھپا کشتن آئے تھے، وہ دن سے پرت پارت
سے۔

”شعر نے میرے پاس تمہاری ایک لائن۔۔۔“

دہرا بہن نے وصیت کی تھی کہ میں اس وقت تمہیں
 اہل نسب تم صاحب اطلاع ہو چکے ہو میرا خیال ہے کہ
 نسب وقت تک ہے اس بات میں مجھے یہ پوچھنا تو یاد ہی
 نہیں ہوا اشعر کہتے ہیں تمہارے
 علی رضا کی بچہ کے لئے اسے چکرا دیا تھا جیتا ہو کہیں
 نہ کہیں گزیر ضرور تھی علی رضا نے پھولا ہوا خاکی
 لٹافہ اس کی طرف بڑھایا اس نے مل کی طرف دھکا
 اور لٹافہ قبول لیا سب سے پہلے اس کے ہاتھ جو چیز
 کو کہ ایک خط تھا یہ تحریر زہرا قدر کی تھی اور ان کے
 مرنے سے پہلے کی بات اس پر بدلتی تھی۔

اشعر میرے بیٹا
 مجھے اپنی زندگی کا بھروسہ نہیں ہے نہ جانے کب
 بلاوا آجائے مجھے سن کی بھی فکر ہے کہ اس کا کیا بنے
 گا وہ بہت بڑا لڑکی ہے میں اس سے بھی زیادہ بڑا
 ہوں کہ کسی کو اپنی زبان سے حقیقت جاننے کی جرأت
 نہیں کر سکتی اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ یہ خط
 میرے مرنے کے بعد تمہیں اس وقت دیا جائے جب
 تم باپ ہیں چکے ہو زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر تمہیں
 اس کا سامنا کرنا ہی تھا تو یوں ہی تھی۔

میں جانتی ہوں کہ میری گلطی ہے مجھے سب کو
 صورت حال بتا کر احمکوں میں لے کر چلا گیا تھا پر میں ایسا
 نہ کر سکی اس میں کام سے پہلے شہوار جنگ سے نکاح
 ہو چکا ہے یہ بے شکل یہ نکاح ایک سال پر قرار ہو سکا
 رخصتی سے پہلے ہی یہ رشتہ ٹوٹ گیا شہوار نے اسے
 اسکیل کرتے جاتے دیکھا تھا بڑے ہاپ کا چڑھا تھا
 زمینیں جاٹیا اہل کا مالک اور حسن پرست ذل آرا
 نے چھان بین ہوتا رشتہ قبول کر لیا میں نے گھروں لے
 ل کر رسم کر گئے اور شہوار کی خدمت پر نکاح کر دیا گیا
 ابھی ایک مہینہ بھی نہ گزرا تھا کہ اس نے رخصتی کی
 خدمت گدی میں کو اپنے ساتھ گھونٹے پھر لے کے لیے
 مجھ پر کرتے دکھائی کہ پرانے نو فحش کی عورت تھیں
 یہ بے حیائی انہیں نہیں بھائی پھر سن بہت کم عمر
 تھی پھر شک کا انہیں دیا ہوا تھا پھر وہ برس کی بھولی
 بھولی لڑکی کی ہوتی جلتی رہتی تھی کہنے کے حق میں نہ
 تھیں پھر اس پاس کے لوگ شہوار کے بارے میں

الٹی نیند میں باتیں کرتے تھے انہوں نے شہوار کو کہہ
 دیا کہ انھارو سال کی ہونے سے قبل وہ سن کو رخصت
 نہیں کریں گی پس اسی خدمت میں آکر شہوار نے سن کو
 طلاق دے دی اور بہت جلد ایک ہندو لڑکے سے
 شادی بھی کر لی تھیں بلکہ وہ دل آرا کے عزیزا اور کہا
 کہ میں نے سن کو طلاق نہیں دی ہے، بلکہ وہ
 اسے طلاق دے چکا ہے "عزیزا" بے شک نہ دی ہو پر
 زبان سے وہ غبن ہار طلاق دے چکا تھا کبھی انہیں
 روز دھمکیاں دتا کہ سن میری بیوی ہے میں نے
 اسے طلاق نہیں دی ہے اگر آپ کورٹ میں جانا
 چاہیں تو شوق سے جائیں کوئی گولہ نہیں ہے عدالت
 میرے حق میں ہی فیصلہ دے گی۔

اگے کا قصہ ہم جانتے ہو دل آرا نے مجھے ایذا پہنچا
 لیا وہ فحش ہنس بٹھاس میں شہوار نے کہا تھا کہ وہ
 زہرا کی سن کو انھارے گا اگر دل آرا نہ مانگیں میں
 لے سوچ لیا کہ میں سن کو پاکستان لے جاؤں گا یہ
 لڑکی مجھے بہت بھائی میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس کی
 شادی تمہارے ساتھ ہی کر دوں گی مگر تم نے میرے
 بلانے کا بھرم رکھا تمہارے پاس میں جب بھوک کی زنجیر
 پڑ جائے گی تو تم آرام سے سوچ سکو گے تم لوگوں کے
 ساتھ میری جائیداد میں سن بھی حصہ دار ہے اگر میں
 نے تمہارے ساتھ کوئی زیادتی کی ہو تو معاف کر دو اور
 سن کو کیل دیکھ نہ دنا۔

اس کے بعد خط اشعر سے برصغیر نہ گیا اس کے
 ہاتھ سے پھوٹ گیا "عظمیٰ بیگم نے گرا ہوا خط اٹھا کر
 پڑھنا شروع کر دیا اور جو حال اشعر کا ہوا وہی ان کا بھی
 ہوا۔

علی رضا جان گئے تھے کہ شہوار نے لڑکی اور حسد کی
 آگ میں جلتا ہوا سن تک پہنچ گیا ہوگا زہرا بیگم نے
 خود تمام داستان انہیں سنا کر دھار را زدار کا وہ چہرہ تھا
 اور یہ بھی کہا تھا کہ سن کی اس کے مفادات کی ہر حال
 میں حفاظت کرنی ہے، بیگم ان سے بھولی ہو گئی تھی
 اگر وہ انگلی نہ نہ جانے تو شاید یہ دلخراش واقعہ پیش نہ
 آتا۔

عظمیٰ بیگم نے ہر بات انہیں بتا دی وہ تیری سوچ

سے فکر کرے کہ اس سے شادی کی بھی قدرت کو اور
 ہی منظور تھا شہسوار کی ٹانگیں قانع سے بیکار ہو گئیں
 کہتے آہستہ سارا جسم ہی منقطع ہو گیا اس دور میں
 ایک بیٹے کا باپ بھی بین چکا تھا شہسوار سے رو رو کر
 سمن سے معافی مانگی تھی اس کی سمجھ میں نہیں آتا
 تھا کہ قدرت کے اس بند قوی ہوئے ہیں۔
 فیصلہ دیا جان سے شہسوار کی مشرقی عورت کی مانند
 خدمت کر رہی تھی جس نے اندھا کے ہر پتے کا کفر
 سے اس کا علاج کروایا جسے مار کے ڈھکی سال کے
 ہوتے ہی اس نے شہسوار کے علاج کے لیے یہی ہنگامہ
 چاہنے کے لیے تیار کیا شروع کر دیں لیکن
 رو رو کر شہسوار کا بھجوا دی گئیں چاہنے سے پہلے شہسوار
 اشعر کو تمام صورت حال چاکر معافی مانگتا تھا اس
 لیے اس نے کہا کہ اسے کہہ کر اسے کشتن دیا گیا تھا اس
 تھا سمن بہت غمگین رہا کہ خود بھی خون کرے کی نہ
 چاہے گی تب ہی خود اس نے کہا کہ اس کا کہہ اس کا ہم
 گوارہ تک پہنچا ہے۔

سمن اپنی حویلی آئی تھی اس کی واپسی کا شہسوار
 کریم اور چچا (راٹے ملازم) بھی لوٹ آئے تھے
 زبردستی تو بسر کرتی تھی "تعلیمی سلاں بھی ضائع ہو چکا
 تھا اس نے لی اے کا احتیاج برائے وقت دیا ان ہی
 دنوں اس کے ساتھ والے گھر میں کریم میں مقیم
 ایک فیملی آئی انہوں نے یہ گھر خرید لیا تھا سمن کے
 ساتھ ان کی اچھی خاصی دوستی ہو گئی تھی محنت اور
 اسامہ اور لڑکیاں سمن اور وہ لڑکیاں پانچ بہنوں کے
 گھر گزرتی تھیں اسد انکل بد اس میں اپنے ایک
 عزیز دوست کی بیٹی کی شادی میں بعد سلی جگہ اور
 محنت کیے ہوئے تھے چونکہ اسامہ کے لیے لڑکے
 کے احتیاج نہ تھے تو وہ نہیں گئی اور سمن کے پاس
 رک گئی رات بھی وہ لڑھکی تھی وہ سمن کی زندگی
 کے اس گھر تک پہنچے وہ الف ہو چکی تھی گئی بار
 اس نے مشورہ دیا کہ اشعر سے رابطہ کر دو پر اس کی
 خود ار غلظت نے اسے گوارا نہ کیا۔

شہسوار نے کہا تھا اس کی چاہت کے شرع
 انداز کو بھی نہیں چاہتا تھے ہرے ہرے بھی یاد آتے

تھے نکاح کے فوراً بعد اس کے ذہن سے وہ حوصلہ
 چھوڑ بیٹھی تھی اسے لگا تھا کہ وہ بھی شہسوار کی طرح
 اسے چھوڑ دے گا بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ
 وہ اسے چاہنے لگا ہے سمن نے ہر طرح سے اس کا
 احتیاج لیا تھا اور جب اس سے احتیاج میں کامیاب
 قرار دینے لگی تو سارا کھیل ہی بڑ گیا تھا اس مشکل
 نے کسی بات کا بھی بھاریانہ کیا تھا۔

وہ نما کران میں آئی اور سید علی زین الدین کی یہ اس
 کا پیر ہوا حصہ تھا اسامہ اندر بھی گیٹ کی تکیاں اس
 نے نظر انداز کر دیا "دوسرے لفظوں میں ڈھکی بنی
 رہی چچا اور کریم گھر ٹکڑ نہیں آ رہے تھے اسامہ ہی
 اندر سے نکلی اور اسے چورے ہوئے گیٹ کھول کر
 چھانکا یا ہر ایک انجینیئر کو حواسِ پھیلانی غنیمت
 تھی وہ نور امینا ٹر ہو گئی۔

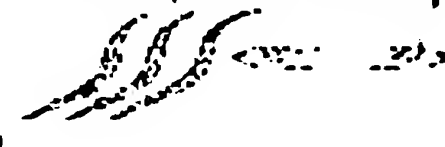
"سمن صاحبہ ہمیں رہتی ہیں؟" اس نے شائستگی
 سے پوچھا۔

"جی ہاں آپ بھر رہے۔"
 اسامہ نے ہٹ کر اسے جگہ دی اور خود سمن کی
 طرف اشارہ کیا۔

"یار بابا ایک ہالی وڈ کا فنکار تھو سے ملنے آیا ہے
 جہ مت آئے۔" سمن نے شکل و رسم بدلتا ہوا اور تمام گود
 سے ملتی جاتی قدر لٹاؤں سے بھی لونچا اور ہاتھوں کا
 لٹاؤ۔

"ہیس۔ بس ایک تو میں تم سے ٹک ہوں بہت
 ہالی وڈ کے اسٹارز تمہارے ذہن میں گردش کرتے
 رہتے ہیں۔" سمن نے ہاتھ اٹھا کر اس کی چلتی زبان کو
 روک دیا۔

"مگر لڑکا زبردست بڑا مجھ سے ملے آتا تو میں پتا
 نہیں کیا کرتا۔" اسامہ پر چوڑا انداز میں ایڑیوں
 پر چھوئی اور اسے اپنے پیچھے دیکھ کر شرمندگی سے
 ساکت ہو گئی "ساکت تو سمن بھی ہو گئی تھی اسامہ
 نوادہ کی اور سمن کی کیفیت دیکھ جا رہی تھی اس
 شہسوار سے سمن کی آنکھوں میں آج تک ہزاروں
 دیکے جھگڑے لگے تھے جبکہ سمن ہر حرکت سے
 چارہ لیتی تھی چھانک اس کا ساکت چہرہ لہ لہ غصہ تک



اندر اس میں اس کی طرف بڑھی اور وہاں ہاتھوں سے
اس کا گریبان پکڑ کر جھکے بیٹے کی۔

کیا لیتے آئے ہو اب یہاں ظالم انسان کیا میری
 بے گنتی کا ثبوت مل گیا ہے۔ "اسی طرح ہمارے
 بھی اسلحہ کو سخت ضرورت کی ہوگی اس نے شعلہ جوالہ
 بنی مومن کو تہو کرنا چاہا اس کے ساتھ ہی جھٹک گئی۔

اچھل جاؤ ہمارے گھر سے تنہا کل بوجہ "وہی
 طرح اشعر کو بیچ رہی تھی اس کے سینے پر کے پرہا
 رہی تھی، مانتوں سے خراشیں ڈال رہی تھی، اشعر
 کے کہان کے تمام جین ٹوٹ چکے تھے پتے اور
 بالوں سے خون رستے لگا تھا، اسام کو وہی حیرت ہوئی،
 یہ کیا ترنگا لہو ان سمن جیسی نالاک لڑکی سے ہو رہا
 تھا اس نے ایک بار بھی سمن کا ہاتھ روکنے کی کوشش
 نہیں کی وہ خود ہی چپ تھکی تو ہوتے ہوئے اندر
 نالاک گئی۔ اسام کی نظریں مارے شرمندگی کے اٹھ
 رہیں تھیں۔

آئی کہ سو رہی تھا نہیں اسے کیا ہو رہا ہے بہر حال
تپ ہلہل میں ڈیڑی کے کپڑے لائی ہوئی۔ وہ
دروازہ کھٹک کر دوسری طرف۔ اتار کر چہرہ نہایت
دلدار سامنے لگی ہاتھوں میں تین چار شرش اور
سوٹا اٹھائے۔

انہیں کس سوچا ویسے یہ شرٹ میں سنبول کر
رکھوں گا بیٹی مارچی ہے۔^{۱۹} اشعر مسکرا رہا تھا ۲۰۱۶

اعلیٰ شہر ہوں تمہیں کا شہر ہے اس کی حیرانی دور

رہت علی رضا اور عائلی بھی آگئے تھیں یہ دونوں سے
اس سنیہ سلوک ہرگز نہیں کیا بنو اشعر کے ساتھ لیا
تھا کنہ دلوں نے نہ جانے اسے کیا کیا تھا کہ نہ جانے پر
راہی ہوئی تھی۔

سب نے پہلے دلی سے اسے خوش آمدید کہا۔ انہی
فلوڈی کی سوانی مائیں، سنی اور علی کے شادی کے
کارڈ زیب کر گئے تھے وہی ہنگامہ اور شور تھا اب
ابھی کوئی شب تھا۔ رات بھر ساری آکٹا ہڈ بھاگ
رہی تھی۔ یہاں گھٹاؤ نہ ہو سکتا تھا۔ تمام عزیز

دہشت و آوارہ پنچ چکے تھے، لیکن 'نعلی' کے کمرے میں برا
جلان بھی، سب سے اعلیٰ تھی اس کا لہجہ نہ وہی تھا، نہ
میں اپنے مسلمان جمع تھے کہ اس شعر پڑنے کے پرانے
ڈھونڈنا اور ناظم ہو جانا، اور وہ اتنی ریڑھ ہو رہی تھی کہ
پہلے ہی لیمن لگتی ہی نہ تھی، البتہ ہالی سب کے ساتھ
اس کا رویہ اچھا تھا، ایک ہی ڈیرے غائب تھا۔

کچھ سچائی کی مندی آئی تھی، شام سے پہلے مچھی
 ہوئی تھی، کسی طرح سچا ہوا، ختم ہونے میں ہی نہ آ
 رہی تھی، لیکن اس میں کچھ کمی تھی، کچھ کمی تھی۔

”مہمانی گھماری تھی لیو لائٹوں والی ٹلی کہاں
ہے؟“ تھکی اس سے پوچھ رہا تھا۔

تھیں۔ ان کے پاس ایک بڑا گھر تھا جس میں ان کے بچے پڑھتے تھے۔ ان کے پاس ایک بڑا گھر تھا جس میں ان کے بچے پڑھتے تھے۔

میں نے کہا کہ یہ بھاری شرت کا کیا حال ہو رہا ہے کیا کسی سے بڑھتی ہو گئی ہے۔ "جاری باتیں اس کی بھاری شرت اٹھنے آگیا جس پر کہیں کہیں آگے کی طرف۔ غلغلہ بکھڑے ہوئے تھے۔

۱۰۷۔ اے اے بی ہوگی۔ تہ لور لب حلیب بھی لیتا ہے
۱۰۸۔ شعر سخن سخن کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا، وہ
خسوس انداز میں سن موڑ گئی۔

عظمیٰ جیگر کو تو سہل سے پتا چلا تھا کہ وہ رات کو سوئی بھی
اس کے پیرے میں ہے، کھلی کی یہ لولا اشعر کے لیے
چاہتا تھا۔

سکھو تیار ہو کر اپنی دھن میں موسم تینوں کا کھیل
 اٹھائے لشو کا دھڑہ سنبھلاتی میڑھیوں سے اتر رہی
 تھی آشعر لہو جا رہا تھا دو تیزی سے میڑھیاں چڑھ رہی
 تھا اس تیزی میں اس نے سمن کو بھی نہ دیکھا نہ ہی
 طرح اس سے گھرانی موسم بیتیاں اور مندی کا کھیل
 چھپ جا کر، سنبھلنے کی کوشش میں سمن کا پاؤں بہت
 گھبراہٹ سے اٹکیٹھسکے وہ میڑھیوں پر بیٹھ گئی۔
 ”چلو لہو میں کوئی مدد اٹکا آہوں۔“ آشعر اسے
 سارا دے نوید دلا۔

”ڈونٹ لیجی۔“ تکلیف فراموش کر کے دینا
 بھول کر دینا ہی اگر کوئی اور وقت ہو گا تو شعر ہے اس
 بیت کا جواب دینا مگر انہیں ہر طرف لوگ آ جا رہے
 تھے وہ غصے میں لیے لیے لوگ ہم باور چلا گیا۔
 رات کو محفل ہو سیتی کا یہ گراں تھا اس وقت
 پھر اہل میں اس دھرنے کی بھی جگہ نہ تھی سامنے ہی
 سوتی اور علی کے ساتھ عامرؒ لیا شعر اور قادی جیسے
 ہونے تھے لڑنے لڑنے سے کھانا پھر جیسی اور سوتی کے
 ساتھ اس کی جگہ بدل چکا وہ آگئی اسے پیٹے ہوئے
 کچھ دیر ہوئی تھی کہ اس کے دائیں ہی میں شدید درد
 شروع ہو گیا ”تکلیف کی شدت سے آنکھوں میں
 آنسو بھر آئے“ لیا فوراً مستوحہ ہوئی۔

”آہی ہمارے زیر میں شدید درد ہو گیا ہے ہم سے
 برداشت نہیں ہو رہا ہے۔“ کچھ دیر بعد
 ”شعر سمجھ کے کیا اس میں درد ہو رہا ہے کہ اسے
 لے جاؤ اور فوراً ڈاکٹر بلاؤ کو فون کرو۔“ لیا اس کا ہاتھ
 پکڑ کر کھڑی ہوئی اور اشعر کی طرف بچھا اس نے
 سمجھ کو اپنے مضبوط ہاتھوں کا سارا جھکا لیا اور وقت
 ہوتا تو وہ ہرگز یہ سارا قہقہہ نہ کرتی پھر اس درد نے
 سب کچھ بھلا دیا ہوا تھا اشعر نے فوراً ہاتھوں کا بھر دیا اس
 کیا اور اسے جلدی لے کر کی ناکہ دیکر ”سمجھ یا اقلعدہ
 چکھاں لے کر دور رہی تھی۔“

”کیا ناز درد ہو رہا ہے۔“ اشعر نے پوچھا وہ نظر
 انداز کیے بدلے میں معمول رہی وہ بیٹہ پر اس کے
 پاس بیٹھ گیا۔

”ہاتھ ہٹاؤ بائیں دیکھو۔“ ”سمجھ نے مصروب
 پاؤں کو تھپی سے پکڑا ہوا تھا“ اشعر نے اس کا ہاتھ ہٹایا
 عقید اور گلن اسراج لے کر خوبصورت ہر مریں پاؤں
 پر دھار کوئی نشان نہ تھا ”ڈاکٹر بلاؤ لے کوئی مرہم لانا!“
 نگلی اور گولیاں دے کر فوراً ”پانی سے لگنے کے لیے کہا
 اور رخصت ہو گئے“ چند منٹ بعد اسے واقعی سکون
 آیا ”اشعر نظر پڑی تو سب یاد آ گیا وہ اس کے بیٹہ
 دوہم میں چھان گئی نے پوچھا کیا ہے“

”میں کا درد
 بھلنے ہی تھی کی چیزیں اس کی طرف آتے تھے۔“

”فورا“ ہے ہوئی اشعر کے لبوں پر شرارتی مسکراہٹ
 آگئی ”ہو فوراً“ اسے دیکھنے لگا ”میں شریف اور شرف
 کے چوڑی دایا جاے میں بیویں دے دے دے کھرے
 کھرے حلے میں رہی دل کس لگ رہی تھی وہ
 جیسی اس کی راز فضا اور گرم نگاہوں کو محسوس کر رہی
 تھی ”خواتین اور چڑیوں سے کھیلنے لگا“ چند منٹ بعد
 نظریں اٹھا لیں کہ شاید وہ اسے نہ دیکھ رہا ہو پھر وہ

ناصر پبلیکیشنز کی جانب سے

ڈاکٹر بشیر بدیش کی دعا کا لیلہ کے ٹکس
 ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

• کوئی شام گھر بھی رہا کرو

خوبصورت غزلوں کا انتخاب

قیمت صرف ۱۰۰/- روپے

• گلہا است لیشیر پندر

ٹریکس ایڈیشن

قیمت 350/- روپے

تھپی میں دیتے کے لیے خوبصورت ایڈیشن

آج ہی لپچے بک! شان سے طلب فرمائیں

ڈاک سے منوانے کے لیے سنی ایڈیٹر ریل

کریں۔

ڈاک فروغ اندریکنگ فری۔

مولی ڈسٹری بیوٹر

مستقبہ عمران ڈاؤنٹسٹ

۳۷۔ اردو بازار کراچی

سنی پائندھے لے کر دیکھ رہا تھا اس کی شہرہ کی ہلکی
 وارفتہ لگا ہوا ہے اسے پوچھا کیا سنائی مشیو علی کور
 حق بھائی بن کر آ رہی تھی عازری کے بلاوے پر وہ بھر گیا تو
 اس نے سکون کا سانس لیا۔
 سنی رخصت ہو کر علی کے گھر علی کی بی بی سے
 سمن نے اپنی واپسی کا اعلان کر کے سب وحیرت میں
 ڈال دیا سب اسے روکنے کی بھرپور کوشش کر رہے
 تھے مگر سنی چلے گئے۔
 وہ شعر بے لگے عرصے پہلے خوشی دیکھی ہے اس
 خوشی کو مت بھول کر۔ "گڑ گڑا میں" دانتا "زیر"
 حادث صاحب سب سے روکا دانتا "لہذا سنی نے
 واسطے دیکھ عازری کو تو میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ جا
 رہی ہے۔
 "ہوا بھی تب مذاق کر رہی ہیں میں" آپ ایسا ظلم
 نہت کریں پلیز۔ "وہ گڑ گڑا۔
 "کئی مذاق نہیں کر رہے ہیں ہم کور ہارے اور
 جو ظلم ہوا ہے اس کا حساب کون لے گا ہمارا خود سے
 وعدہ تھا کہ ہم ایک بار یہی ضرور آئیں گے اور اپنی
 بے گنتی جہت کریں گے قدرت نے خود ہی یہ کام کر
 دیا ہے تب ہمارے رکنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔"
 پھر کئی سے پل۔
 "ہم بھی اہلکار مر جائے گا پہلے ہی وہ خود کو دھوکا
 دینے کے لیے ہر صرے ٹکڑی کی خاک چھانٹ رہے
 گی ان کی جہل میں یہاں ہو گی میں آپ قدرت نے
 مجھے ہمیں خوشیوں دی ہیں پلیز ان کا خیال کریں۔"
 "کئی ٹیم سو رہی۔" وقت تبدیل ہو رہی تھی اگل
 وہ خبریں سنی موسم ابر کو ہو رہا تھا رات کو کمرے
 میں کسی اپنا چھوٹا موٹا سلان ہیک کر رہی تھی جب
 ٹھوکر سے دروازہ کھولے اس کے سنبھلنے سے پہلے
 اشعر ہر آچکا تھا اور دروازہ بھی نہ کر چکا تھا۔
 "مجھے ہموڑ کر جا سکو گی۔" وہ دھیرے سے بولا۔
 "ہاں۔" وہ اتنی ہی تیزی سے پوچھا اشعر ہوش سے
 بیگانہ ہو گیا۔
 "پہلے۔" "کچھ سمن کا منہ لانا کر گیا۔
 "آپ پوچھ رہی ہیں وہ کون سی طرح فرمایا وہ
 دھیرے دھیرے سک رہی تھی۔

"میں پوچھتا ہوں آپ جاو گی۔" اشعر نے سنی سے
 اسے بیڑہ دھکا دے دیا وہ روٹی رہی۔
 "ایک صورت میں جا سکتی ہو یہ لو اور مجھے بارود
 میوے جتنے ہی تم یہاں سے نہیں جا سکتیں کبھی
 نہیں۔" اشعر نے دروازہ کھول کر رو پوچھا اس کی طرف
 پوچھا کیا ہی پوچھ رہی ہیں گری سسکیں نہ رہی تھی۔
 "پکڑو اسے کور فیصلہ کر دو آ رہا پار۔" اشعر نے
 لہو سنی اسے رو پوچھا۔
 "آپ آپ انتہائی ظالم ہیں۔" وہ فقط یہی کہہ
 سکی۔
 "پلیز میں شعر ہوں۔" وہ اسی عالم میں تھا "سمن
 کے کپڑوں سے رو پوچھا بھوت کر گائیں پر کر پڑا۔
 "بھرتی بہت تھی۔" اشعر نے اسے جانا۔
 "ہم کئی چٹا کے بچے تک کو نہیں مار سکتے اور
 آپ ہمیں چٹا دے کر ایک جتنے جاتے انہیں کو
 مارنے کا کہہ رہے ہیں وہ بھی خدا کو۔" وہ بیڑے
 اٹھی۔
 "خوب قہار محترمہ آپ نے کہ آپ چٹا کے بچے
 تک کو نہیں مار سکتیں اور وہاں آپ نے اپنے گھر میں
 ایک چھوٹ کے لیے بڑے انسان کا جو مشر لیا تھا اس
 کو شہید کیا ہے۔" اشعر نے شہر کے
 ہاں کھول کر سینہ اور گردن سے دھکیلی جلی خراشیں
 پر کھینچ کر دیکھا۔
 "آپ کو تو بس طر کرنا آتا ہے۔" شرمندگی میں وہ
 یہی کہہ سکی۔
 "ہاں صاحب میں تو بس طر کرنا آتا ہے اور آپ
 کو تو مل جاتا کر راہ کرنا آتا ہے اور تم لگتا آتا ہے تڑپنا
 آتا ہے کبھی پوچھا مجھ سے کہ اشعر تمہارے دشمنوں کا
 کیا حال ہے جو ہم نے اپنے شاہکار ہاتھوں سے
 لگائے تھے۔
 وہ اس کے مقابل کھڑا شعر نظروں سے اے دیکھ
 رہا تھا۔
 "میں ہم سے ملتی ہو گی تھی۔" وہ دہرائی ہو گی۔
 "مطلق کی بھی خوب کئی۔" اشعر نے بھی ہو سکتی تھی
 کہ آپ اپنے چارے چارے ہاتھوں سے ہمارے
 دشمنوں کا ساتھ کرتی مریم لائیں علی احوال

پر چلتیں۔ "وہ پوری طرح حارم میں آچکا تھا، سمن کی
پہلی نظر حیرانی سے اسی ہی اس کی شرارت جان چکی
تھی۔

"رک جاؤ یوں۔" دنیا بھر کی ایسی جگہیں اشعر کے لیے
مستقل تھیں۔

"ہرگز نہیں۔" وہ ہشودھری سے بولی۔

"کھیل۔" اشعر کو شک سا لگا۔

تہ جائے کیا سوچ کر اپنے بیگ کی طرف بڑھی اور
یہ کیا ہوا کھلے گا، وہ مجھوہوانے کی طرف بڑھی۔

"آپ کا یہ عمدہ غمہ بھی کیا ابو کو دکھا کر جائیں
گے۔" کئی بھر میں وہ اس کی شرارت جان گیا اور

جھپٹ کر اس کی کلائی پکڑ لی۔

"جانی پلیر پلیر ہی۔" وہ سب کے گھو خواب
ہونے کی پروا کیے بغیر چلائی، اشعر نے اس کی کلائی

ایک دم چھوڑ دی کیونکہ عادی کے ساتھ سارا شر
لوہ بھی تھا، وہ تو جیسے انتظار کر رہے تھے کہ کب آواز

دے لوں گا کہ نہیں۔

"ہمڈورپ میں رہتے آئے ہیں۔" جی بولیں سنی۔

سب سے آگے گئی۔

"میں ایک ایک کو دیکھ لوں گا۔" وہ قہر جھو نظموں

سے ان سب کو دیکھ رہا تھا۔

"بہن! ہمیں تو پہلے انکل اور اپنی دیکھیں گے، آخر
احسن بھی پتا چلے کہ ساتھ اسے کسی اور کو پسند کرتے

ہیں اور عمدہ ٹائے لکھ کر دیتے جاتے ہیں۔" عامر کو
شاید پتا چل گیا تھا، تب ہی تو وہ سمن کے ہاتھ میں

تھامے گا، کالینٹ 007 کی طرح چاہتے رہا تھا،
اشعر نے ٹپک کر اسے کچھ کر لیا تھا، ہمارے پاس کے

بے کچھ ہو رہا تھا۔

رت ہے حسین رہتیں ہیں رک جاؤ ہیں، جاؤ ہیں
کیسے کون تھہرے ہے اس دل میں چپے ہیں کیا کیا

ادان

قازی نے ایک کامیاب کن کر دیا تھا، سارے گھر میں
میکرک کی آواز بھیل رہی تھی۔

"میں ابھی سب کو پتا کر آتا ہوں کہ کب نہیں جا
دیں گی۔" وہ اپنے گھر کی طرف بڑھ گیا تھا، اب

سب میں گھیرے کھڑے تھے، اب اس
سمن چتے چتے دھری آتی، اب اس میں

نیش چھپ رہی تھی۔
"تو کچھ لوں گا نہیں میں۔" اس نے

پھرتے ہوئے سمن کو دھکی دیا، وہ اب اس
ہوئی۔

"ہرگز شرارت لو، مرنی تھی فلا رہا ہے۔"
قازی بھاگتا ہوا آیا۔

"نیش سمن کا کھڑے کھڑے۔" اشعر کو کڑوا
دہرگز نہیں سمن، یہ اس کے خلاف ثبوت ہے

اور پاس۔" وہ سب یک لہجہ ہو کر چلائے۔
"کیا خیال ہے دے دیں؟" وہ شاہانہ بے نیازی

سے بولی۔
"بے دیں، دیکھیں میں بھائی کا حال کیا ہو رہا

ہے۔" قازی نے سفارش کی۔
"آج ہی نہیں۔" وہ آگے ہوئی اشعر نے سب کی

موجودگی کی پروا کیے بغیر اس کا بالہ تھام لیا اور سر کو ش
کا۔

"یہ سب بھی پتا چل جائے گا، میرے رعمد
کر رہی ہو گی، اب اس کا تمہاری صفت۔" وہ صاف

دھکی دے رہا تھا، سمن نے بالہ پھیر لیا۔
"تہ کیا کہہ رہا تھا۔" دنیا سنی اور واضح اس کی

طرف نظموں، وہ مسکرائی، سارے عین سال پہلے کے
تمام خوف بھابھ بن کر اڑ چکے تھے، وہ کیوں نہ خوش

ہوئی، اب تو خوشی اس کا حق بنتی تھی، اسے نہیں نہیں
جانتا تھا، اس کی آخری منہل اشعر ہی تھا، جو اسے اپنی

شیر اور گستاخ آنکھوں سے دیکھ رہا تھا، یہ سب اس
کے اپنے تھے، دکھ ملتے ہیں تو زندگی کے کسی موڑ پر

خوشی بھی ضرور ملتی ہے، آنسو ہیں مٹھ میں رہ جاتے
ہیں، سامنے تو ہیں اجلا ہی اچلا ہوا ہے، آگے کے

رہتے بہت صاف تھے، اور اشعر جیسے ہم سطر ہوں تو
زندگی حسین ہو جاتی ہے۔

لوگوں کے نرے میں جھینے اشعر کو دیکھ کر وہ بھر
مسکرائی اور آسودہ سانس لی، رت واقعی حسین تھی اور

اسے رکھتی تھا۔